لازوال خالق
کے
تخلیقی عجائب
www.KitaboSunnat.com
ہارون یحییٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# لازوال خالق کے تخلیقی عجائب

# لازوال خالق کے تخلیقی عجائب


مصنف : ہارون یحییٰ

مترجم : محترمہ گلناز کوثر

نظرثانی : سعود عثمانی


اسلامک ریسرچ سینٹر۔ پاکستان

# لازوال خالق کے تخلیقی عجائب

اشاعت اوّل: صفر المظفر ۱۴۲۵ھ، مئی ۲۰۰۴ء
باہتمام : اشرف برادران سلمہم الرحمٰن
قیمت : -/۳۳۰ روپے

ادارۂ اسلامیات
☆ دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون: ۷۳۲۴۴۱۲ فیکس: ۹۲-۴۲-۷۳۲۴۷۸۵
☆ ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور۔
فون: ۷۲۲۳۹۹۱-۷۳۵۳۲۵۵
☆ موہن روڈ چوک اُردو بازار کراچی۔
فون: ۷۷۲۲۴۰۱
E-mail: idara@brain.net.pk

ملنے کے پتے
ادارۃ المعارف، دار العلوم، کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دار العلوم، دار العلوم، کراچی نمبر ۱۴
دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت القرآن، اُردو بازار، کراچی نمبر ۱
بیت العلوم، نابھہ روڈ، انارکلی، لاہور۔

# کچھ مصنف کے بارے میں

اس کتاب کے مصنف جو ہارون یحییٰ کے قلمی نام سے لکھتے ہیں 1956 میں انقرہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی ابتدائی اور ثانوی تعلیم انقرہ میں مکمل کرنے کے بعد استنبول کی معمار سنان یونیورسٹی سے آرٹس اور استنبول یونیورسٹی سے فلسفے کی تعلیم حاصل کی۔ 1980 کی دہائی تک سیاست اور سائنس و مذہب سے متعلق مسائل پر مصنف کی بہت سی کتابیں شائع ہو چکی تھیں۔ ہارون یحییٰ کی عالمگیر شہرت کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ڈارون ازم اور اس جیسے لایعنی نظریات کو یکسر باطل قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ دنیا بھر میں ایک ایسے مصنف کے طور پر پہچانے جاتے ہیں جنہوں نے ارتقاء پسندوں کی خامیوں کو منظرِ عام پہ لانے کے ساتھ ساتھ ارتقاء پسندوں کے مکر و فریب کا پردہ چاک کیا ہے۔

مصنف نے اپنا قلمی نام بے مقصد اختیار نہیں کیا۔ انہوں نے یہ نام ہارون اور یحییٰ دو ایسے نبیوں کے ناموں کو ملا کر رکھا ہے جنہوں نے جہالت کے خلاف جہاد کیا تھا۔ کتاب کے سرورق پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر بھی یونہی نہیں ہے بلکہ یہ علامتی طور پر کتاب میں موجود مباحث کی طرف نشاندہی کرتی ہے۔ اس مہر سے یہ بھی مراد ہے کہ قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں میں آخری نبی ہیں۔ ہارون یحییٰ کا بنیادی مقصد قرآن و سنت کی روشنی میں دہریت کے تمام نظریات کی بنیادوں کو حتمی طور پر باطل قرار دینا ہے تاکہ مذہب پرستی کے خلاف ہر قسم کے اعتراض کو ختم کیا جا سکے۔ چنانچہ عقلِ کُل اور اخلاقی اکملیت کے حامل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر اسی آخری فیصلے پر ثبت کی گئی ہے۔

مصنف کی تمام تصنیفات ایک ہی مقصد کے گرد گھومتی ہیں اور وہ مقصد ہے قرآن کے پیغام کو لوگوں میں پھیلانا اور پھر ان میں ایمان و اعتقاد کو مستحکم کرنے کے لیے وحدتِ الٰہی جیسے بنیادی مسائل اٹھانا۔ اسکے علاوہ آپ دہریت کی فرسودہ اور گمراہ کن بنیادوں کو منظرِ عام پر لاتے ہیں۔

انڈیا سے امریکہ تک، انگلینڈ سے انڈونیشیا تک، پولینڈ سے بوسنیا تک اور سپین سے برازیل تک ہارون یحییٰ کو ہر ملک میں پڑھا جاتا ہے۔ ان کی کتابوں کے تراجم انگریزی، فرانسیسی، جرمنی، اٹلی، پرتگالی، اردو، عربی البانی، روسی، سربوکروٹ (بوسنین)، ترکی اور انڈونیشی زبان میں موجود ہیں۔ اس طرح سے وہ ایک ایسے مصنف ہیں جنہیں تقریباً تمام دنیا میں پڑھا جاتا ہے۔

ساری دنیا میں پسند کی جانے والی ان کتابوں کے ذریعے بہت سے لادینیت میں مبتلا لوگ خدا پر ایمان لے آئے ہیں اور بہت سوں کا ایمان پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گیا ہے۔ یہ کتاب فکری تقاضوں کو پورا کرنے کے باوجود بے حد سلیس انداز میں لکھی گئی ہے اور مصنف کے اخلاص نے اسے ایک انفرادیت بخش دی ہے جو کہ ہر پڑھنے اور غور کرنے والے شخص پر اثر کرتی ہے۔ ان کتابوں کے

خلاف کیے جانے والے اعتراضات کے دفاع کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ بہت جلد قاری کو اپنے اثر میں لے لیتی ہیں اور اپنے ناقابلِ تردید دلائل کی وجہ سے لازمی طور پر مثبت نتائج مہیا کرتی ہیں۔ بہت ہی کم ایسا ہوا ہے کہ ان کتابوں کو پڑھ کر اور سنجیدگی سے سمجھ کر لوگ دہریت یا دیگر فرسودہ مادی فلسفوں کی حمایت کرتے نظر آئے ہوں، اور اگر بالفرض ایسا ہوا بھی ہے تو محض جذباتی سطح پر ورگرنہ ان کتابوں نے ایسے نظریات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ حق کے انکار کی تمام معاصر تحریکیں آج نظریاتی طور پر شکست کھا چکی ہیں اور اس کا سہرا ہارون یحییٰ کی لکھی کتابوں کے سر بھی ہے۔

ان حقائق کو مدِنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ جو دوسروں کو ان کتابوں کو پڑھنے پر آمادہ کرتے ہیں اللہ اور اس کے دین کی راہ میں ایک قابلِ قدر خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ کیونکہ ان کتابوں کو پڑھ کر لوگوں کے دل روشن ہوتے ہیں اور انہیں مکمل رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ اگر وہ ایسی کتابوں کے متعلق پراپیگنڈا کرتے ہیں جو اپنا کوئی واضح تاثر قائم کیے بغیر دماغوں میں الجھنیں پیدا کرتی اور لوگوں کو نظریات کے جنگل میں بھٹکاتی ہیں تو وہ محض اپنے وقت اور توانائی کا ضیاع کریں گے۔ یہ بات بھی صاف ظاہر ہے کہ ہمیں مصنف کی ان کتابوں کو اس کی زبان و بیان کی اعلیٰ صلاحیتوں کو پرکھنے کے لیے نہیں پڑھنا چاہیے۔ اور نہ ہی مصنف نے اس مقصد کے لیے یہ کتابیں لکھی ہیں۔ بلکہ مصنف کی تصنیفات کے پیچھے ایک ارفع مقصد ہے اور یہ ارفع مقصد لوگوں کے ایمان کی سلامتی اور مضبوطی ہے۔ ہارون یحییٰ کی تصنیفات کو شک کی نگاہ سے دیکھنے والے لوگ بھی یہ دیکھ سکتے ہیں کہ ہارون یحییٰ کی کتابوں کا واحد مقصد بے اعتقادی کو ختم کرنا اور قرآن کی اخلاقی تعلیمات کو پھیلانا ہے۔ اس مقصد کی کامیابی اس کا نتیجہ اور اس خدمت یا کاوش میں شامل اخلاص کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کتابوں نے قاری کے یقین کو یقینِ کامل بنا دیا ہے۔

ایک بات جسے ذہن میں رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو درپیش ابتلاء اور تمام جھگڑے اور فساد کی جڑ دہریت کے نظریے کی اشاعت ہے۔ اس کا ایک ہی حل ہے اور وہ ہے اس بے اعتقادی کی نظریاتی شکست۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر شخص کو اللہ کی قدرت کے کرشمے اور قرآن میں پیش کی جانے والی اخلاقیات کے بارے میں بنیادی معلومات ہوں تاکہ وہ اسے اپنی زندگیوں میں شامل کر سکے۔ اس مقصد کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو مذہب کی اشاعت کے اس فرض یا خدمت کی ادائیگی کی رفتار میں تیز رفتاری سے کام لینا پڑے گا ورنہ بہت دیر بھی ہو سکتی ہے۔

اس میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے کہ ہارون یحییٰ کی کتابیں اللہ کی مرضی سے یہ اہم کام سرانجام دے رہی ہیں۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ ان کتابوں کے ذریعے اکیسویں صدی کے لوگ قرآن میں موجود خوشیوں، امن، انصاف اور رحمت کے وعدے کو پورا ہوتا دیکھیں گے۔

# فہرست

# تعارف

بچو!!

کیا تم کبھی یہ سوچ کر حیران ہوئے کہ یہ کائنات کیسے وجود میں آئی؟

سورج اور چاند کیسے پیدا ہوئے؟

تم خود پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھے؟

سمندر، پیڑ اور جانور کہاں سے آئے؟

کیلے، چیری، سٹرابیری، کشمش جیسے پھل جو ہمیں بہت پسند ہیں مٹی کے اندھیرے سے کیسے پھوٹے؟

انہیں رنگ اور خوشبو کس نے عطا کیے؟

ننھی شہد کی مکھی نے لذیذ شہد بنانا کہاں سے سیکھا؟ اور اتنے متناسب کناروں والا شہد کا چھتہ آخر اس نے کیسے بنایا؟

سب سے پہلا انسان کون تھا؟

تمہاری ماں نے تمہیں پیدا کیا۔ لیکن سب سے پہلے انسان کے ماں باپ نہیں ہو سکتے۔ تب پھر وہ اچانک کہاں سے نمودار ہوا؟

اس کتاب میں تم ان تمام سوالوں کے صحیح جواب تک پہنچو گے۔

کیا تم جانتے ہو یہ صحیح جواب کیا ہے؟

بچو! ہر وہ چیز جو تم اپنے ارد گرد دیکھتے ہو یعنی تم خود، تمہارے دوست،

تمہارے ماں باپ، یہ زمین، سورج، تمہارے دلپسند کھانے، کیلے، چیریز، سٹرابیریز، رنگ برنگے گلاب اور بنفشہ کے پھول، دلفریب خوشبوئیں، انسان، بلیاں، کتے، چیونٹیاں، مکھیاں، گھوڑے، پرندے اور تتلیاں وغیرہ وغیرہ مختصر یہ کہ ہر چیز اللہ نے پیدا کی ہے۔

ابھی ہم نے یہ پوچھا تھا کہ کیا تم نے سوچا شہد کی مکھی نے مزیدار شہد بنانا کہاں سے سیکھا؟ تو صرف اللہ ہی ہے جس نے شہد کی مکھی کو شہد بنانا سکھایا۔

لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان چیزوں کے متعلق مختلف کہانیاں سناتے ہیں۔ وہ اس بات پر یقین ہی نہیں رکھتے کہ اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور خواہ مخواہ قصے گھڑتے ہیں۔ یہ لوگ ارتقاء پسند کہلاتے ہیں اور کہانی جو وہ سناتے ہیں اسے نظریہ ارتقاء کہا جاتا ہے۔

ہم تمہیں بتانا چاہتے ہیں کہ سچ کیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کتاب کا آغاز تمہیں چیزوں کی اصل حقیقت بتانے سے کیا ہے۔ اس کے کے دوسرے حصے میں ہم تمہیں دکھائیں گے کہ نظریہ ارتقاء پر یقین رکھنے والے لوگ کس طرح دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد کوئی تمہارے پاس ارتقاء کی کہانی لے کر آئے تو تم اسے کہہ سکتے ہو کہ یہ سب درست نہیں اور تمام چیزوں کا خالق اللہ ہے۔

# کائنات کیسے

کیا تم جانتے ہو کائنات کیا ہے؟ یہ زمین، سورج چاند اور بہت سے دوسرے سیاروں پر مشتمل ہے۔ اگر تم کروڑوں میلوں کا فاصلہ بھی طے کرلو تو خلا کے آخری کنارے تک نہیں پہنچ پاؤ گے بلکہ کہیں شروع ہی میں بھٹکتے رہو گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خلا بے حد وسیع ہے۔

زمین اس لامحدود خلا میں واقع ہے۔

زمین کے ساتھ سورج، چاند اور لاکھوں ستارے بھی اسی میں بستے ہیں۔

# وجود میں آئی؟

تو پھر یہ تمام چیزیں کس طرح پیدا ہوئیں؟ مثال کے طور پر سورج کس طرح وجود میں آیا؟ اور ہماری زمین کیسے نمودار ہوئی؟

اس سوال سے دو قسم کے تاثرات پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک درست ہے اور دوسرا غلط۔ غلط تاثر کے زیر اثر لوگ نظریہ ارتقاء پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ اگلے صفحہ پر ہم تمہیں پہلے غلط اور پھر درست تاثر دکھائیں گے۔

سورج

## غلط تاثر:

غلط تاثر کے زیرِ اثر لوگ کہتے ہیں: کائنات ہمیشہ سے ایسی ہی ہے اور یہ اپنے آپ وجود میں آئی ہے۔ وہ اس طرح کہ پہلے بہت سے مادے اتفاقاً خود ہی اکٹھے ہوئے اور پھر انہوں نے سورج، ستارے، زمین، سمندر، درخت، دریا اور پہاڑ کی شکل اختیار کر لی۔

کیا تمہیں یہ سوچ کچھ غیر منطقی سی نہیں لگتی؟ اگر تمہارا کوئی دوست تمہارے پاس آ کر کہے کہ میں نے کچھ مٹی، پتھر اور پانی ایک بڑے ڈبے میں ڈال کر رکھ دیے اور دو سال کے انتظار کے بعد اس میں سے کمپیوٹر پیدا ہو گیا۔ تو کیا تم اس کی بات پر یقین کرو گے؟ تم شاید یہ سوچو کہ تمہارا دوست مذاق کر رہا ہے، جھوٹ بول رہا ہے یا پھر پاگل ہو چکا ہے۔

ارتقاء پسند کھلے عام اس طرح کی کہانیاں سناتے ہیں۔ ایک کمپیوٹر کبھی بھی اس طرح کسی اتفاقیہ نتیجے کے طور پر خود بخود پیدا نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلے کوئی یہ منصوبہ بندی کرتا ہے کہ ایک کمپیوٹر کس طرح کا ہونا چاہیے اور یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس میں کون سے پرزہ جات استعمال ہونے چاہئیں۔ تب پھر بڑی بڑی فیکٹریوں میں انجینئرز، تکنیکی ہنر مند لوگ اور سینکڑوں کارکن جمع ہو کر کام کرتے ہیں۔ وہ بھاری بھرکم مشینیں کمپیوٹر کو جوڑنے میں استعمال کرتے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ کہ جب آپ کسی کمپیوٹر کو دیکھیں تو آپ کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ یہ خود بخود وجود میں نہیں آ گیا۔ کیا یہ بات صاف طور سے عیاں نہیں ہے کہ ذہین لوگ ہی کمپیوٹر بناتے ہیں؟

سورج، زمین اور دوسرے سیارے کمپیوٹر سے کہیں بڑے ہیں۔ پس اگر کمپیوٹر بنانے کے لئے لوگ درکار ہیں تو سورج، زمین، چاند، ستاروں کی تخلیق کے پیچھے بھی ضرور کسی طاقت کا ہاتھ ہی ہو گا۔

## درست تاثر:

کیا تم سمجھ گئے ہو کہ درست تاثر کیا ہے؟ اللہ سورج، زمین، سیاروں اور ستاروں کا خالق ہے۔ کائنات کی ہر چیز مکمل اور متناسب ہے۔ یہ اسی بدولت ہے کہ اللہ نے کائنات کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز کو اس کے درست ٹھکانے پر رکھا ہے۔

اگر تمہارا کوئی دوست کچھ مٹی، پتھر اور تھوڑے سے پانی کو ایک ڈبے میں بند کر کے رکھ دے اور تمہارے پاس آ کر کہے کہ دو سال کے انتظار کے بعد ڈبے میں سے کمپیوٹر پیدا ہو جائے گا تو کیا اس کی اس سوچ پر تم ہنسی سے لوٹ پوٹ نہ ہو جاؤ گے؟

# اللہ نے کائنات کو کیسے پیدا کیا؟

موجودہ سالوں میں سائنسدانوں نے ایک اہم دریافت کی جس کے مطابق کائنات کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے کچھ بھی نہیں تھا۔ نہ زمین، نہ ہوا، نہ پانی اور نہ ستارے حتیٰ کہ خلا کا بھی کوئی وجود نہ تھا۔ اس لاوجودیت میں ایک نقطہ نما شے تھی اتنی چھوٹی کہ اس کا دیکھا جانا بھی مشکل تھا۔ اس نقطہ میں بہت سا مادہ سمٹا ہوا تھا۔ اور پھر اچانک یہ نقطہ ایک دھماکے سے پھٹ گیا اور اس میں سمٹا ہوا سارا مادہ بکھر گیا۔ اس کے بعد مادے کے ٹکڑے دوبارہ سے پہلے پہل ایٹم کی صورت اکٹھے ہوئے پھر ان ایٹموں سے ستارے، سورج، زمین اور دوسرے سیارے وجود میں آئے۔ سائنسدانوں نے اس دھماکے کا نام بگ بینگ (big bang) رکھا ہے۔ کائنات کی ہر شے اسی بگ بینگ (big bang) کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔

یہاں تمہیں ایک بہت اہم بات پر غور کرنا ہوگا۔ ذرا سوچو کہ تم کسی پزل کے ٹکڑے ایک غبارے میں بغیر کسی ترتیب کے بھر دو اور غبارے میں اتنی ہوا بھرو کہ وہ پھٹ جائے۔ یہ کچھ بگ بینگ کی نوعیت کا واقعہ ہے۔ تو ایسی صورت میں پزل کے ان ٹکڑوں کا کیا بنے گا جو تم نے اس غبارے میں ٹھونس رکھے تھے۔ کیا یہ ٹکڑے ایک خوبصورت گھر یا ائرپورٹ بن جائیں گے یا پھر ایسی بے ترتیبی سے پھیل جائیں گے کہ تم انہیں مشکل سے ہی سمیٹ سکو گے؟ کیا یہ سارے کمرے میں بکھرے ہوئے نہ ملیں گے؟ یقیناً یہ تمہارے کمرے میں بکھر جائیں گے۔ تمہیں خوبصورت گھر یا ائرپورٹ بنانے کے لئے پزل کے ان ٹکڑوں کو جوڑنا پڑے گا۔

اللہ بگ بینگ کا خالق ہے اور بگ بینگ کے بعد خلا میں بکھرے ہوئے مادے کو جوڑنے والا ہے۔ اس نے اس مادے کو جوڑ کر سورج، زمین سیارے اور ستارے بنائے ہیں۔ جب اللہ نے چاہا کہ یہ سب کچھ ہو جائے تو اس نے حکم دیا کہ ہو جا اور یہ سب کچھ ہو گیا۔ اللہ سب سے بڑا اور طاقتور ہے۔ ہر شے پر اسے قدرت حاصل ہے۔ وہ جب جس چیز کو چاہتا ہے فوراً پیدا کر دیتا ہے۔

اللہ نے ہم پر اپنی کتاب قرآن مجید اتاری جس کے ذریعے اس نے اپنی اور اپنی تخلیقات سے ہماری پہچان کروائی۔ ہم اپنے ہر سوال کا درست جواب قرآن اور سنت (رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا نمونہ) سے حاصل کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر جہاں ہمارے ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اللہ نے یہ سب کچھ کیسے پیدا کیا اللہ قرآن مجید کے ذریعے جواب دیتا ہے:

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

"وہی دنیا اور جنت کی حقیقت ہے۔۔۔۔ اسی نے تمام اشیاء اور ان کا علم پیدا کیا۔"

(سورۃ الانعام ۱۰۱)

# اللہ نے زمین کو ہمارے لئے تخلیق کیا

اللہ ہی ہے جس نے زمین، سورج اور ستاروں کو تخلیق کیا۔ تو پھر زمین پر موجود جاندار اشیاء کیسے وجود میں آئیں؟ ایک بڑے سیارے کا تصور کیجئے جس کی سطح بالکل ویران پڑی ہو۔ اس میں انسان، حیوان، پودے اور کیڑے مکوڑے کچھ بھی نہ ہوں۔

زمین کو جاندار اشیاء کی افزائش کے لئے مکمل طور پر آراستہ کیا گیا ہے۔ اللہ ہی ہے جس نے زمین سے متعلق اس قدر جزئیات کا خیال رکھا۔ وگرنہ ہم میں سے کوئی بھی زندہ رہنے کے قابل نہ رہتا۔ نہ تم، نہ تمہارے ماں باپ اور نہ ہی تمہارے دوست دراصل یہاں کوئی بھی نہ ہوتا۔ آؤ دیکھیں اللہ نے کس طرح سے زمین کی تخلیق کی تاکہ جاندار اشیاء یہاں قیام کر سکیں۔

۱۔ سوچو کہ کائنات میں ہر شے کتنی منظم ہے۔ سورج کو عین اس پوزیشن پر رکھا گیا ہے کہ یہ بیک وقت ہمیں حرارت اور روشنی مہیا کر سکے۔ اگر سورج نہ ہوتا تو زمین پر ایک بھی جاندار چیز نہ ہوتی۔ نہ تو ہم نہ جانور اور نہ ہی کوئی اور مخلوق زندہ رہ سکتی تھی۔

۲۔ اللہ نے سورج کو زمین سے عین درست فاصلے پر رکھا ہے۔ اگر زمین سورج کے ذرا بھی نزدیک ہوتی تو حرارت اسے جھلسا دیتی اور ہم جینے کے قابل نہ رہتے۔ اور اگر زمین سورج سے ذرا فاصلے پر ہوتی تو گلیشیئرز اس کو ڈھک دیتے اور شاید ہی کچھ جاندار اشیاء بچ پاتیں۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ دوسرے سیاروں پر زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے کیونکہ وہ یا تو سورج سے بہت نزدیک ہیں یا بے حد دور۔

۳۔ جیسا کہ تم جانتے ہو جاندار اشیاء کو جینے کے لئے سانس لینے کی ضرورت ہے۔ ہمیں ہوا میں آکسیجن کی ضرورت ہے تاکہ ہم زندہ رہ سکیں۔ عین اتنی ہی مقدار میں آکسیجن فضا میں موجود ہے کہ انسان سانس لے سکیں۔ اگر یہ مقدار میں کچھ کم یا زیادہ ہوتی تو نہ ہم، نہ جانور اور نہ ہی پودے زندہ رہ سکتے کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں ہمیں زندہ رہنے کے لئے سانس لینے کی اور سانس لینے کے لئے آکسیجن کی ضرورت ہے۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

"وہ (اللہ) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے" (سورۃ الشوریٰ:۱۱)

۴۔ ہماری زندگی کے اہم ترین لوازمات میں سے ایک پانی ہے۔ کوئی حیاتیاتی شے پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس وجہ سے اللہ نے زمین کے کچھ حصوں کو پانی کی شکل میں پیدا کیا ہے۔ زمین کی سطح کا تین چوتھائی حصہ پانی پر مشتمل ہے۔ حالانکہ کسی دوسرے سیارے پر پانی موجود نہیں ہے چاند جسے تم رات میں دیکھتے ہو اس پر بھی پانی موجود نہیں ہے۔ زندگی کے لوازمات صرف زمین پر ہی میسر ہیں۔

زمین پر ہونے والے بہت سے واقعات ہمارے لئے زندہ رہنے کو ممکن بناتے ہیں۔ اگر ان میں سے صرف ایک واقعہ بھی رونما ہونے سے رہ جائے تو زمین پر کوئی زندہ شے باقی نہ رہے۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایسے ہزاروں واقعات نے خود بخود اکٹھے ہو کر زمین جیسی جگہ کو تشکیل دیا ہو؟ یقیناً نہیں۔ ان میں سے ایک بھی واقعہ اتفاق کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ نے زمین کو بنی نوع انسان کے لئے پیدا کیا۔ اور اسی لئے زمین ہمارے واسطے سب سے مناسب جگہ ہے۔

جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ زمین اور تمام کائنات اتفاق کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئی ہیں انہیں تم مندرجہ ذیل مثال دے سکتے ہو:

فرض کرو تم ساحل پر کھیل رہے ہو اور تم نے ایک بڑی لہر کو آتے دیکھا پھر تم گھر چلے گئے۔ اور جب کچھ گھنٹوں کے بعد تم واپس ساحل پر آئے تو تم نے ایک حیران کن منظر دیکھا۔ ساحل پر ریت سے بنا ایک شاندار قلعہ کھڑا ہے۔ اس میں گھر ہیں، ہسپتال ہیں، ایک ائر پورٹ ہے اور بسیں ہیں۔ حتیٰ کہ لوگ بھی ہیں۔ تم پاس سے گزرنے والے اپنے دوست سے پوچھتے ہو کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ سب کیسے ہوا؟ اگر وہ کہے میرا خیال ہے ساحل سے ٹکرانے والی بڑی موج نے یہ سب بنایا ہے۔ تو تم کیا سوچو گے؟ کیا تم اس شک میں مبتلا نہ ہو جاؤ گے کہ یہ سب تمہارے دوست کی من گھڑت داستان ہے یا تم ہنس نہ پڑو گے یہ سوچ کر کہ تمہارا دوست یا تو مذاق کر رہا ہے یا پاگل ہو چکا ہے؟

## کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ ممکن ہے؟

تم ساحل پر کھیل رہے ہو
اچانک ایک بڑی لہر آتی ہے
اور تم گھر چلے جاتے ہو۔

پھر تم کچھ گھنٹوں کے بعد ساحل پر لوٹتے ہو تو ایک حیران کن منظر دیکھتے ہو۔ ساحل پر ایک شاندار ریت سے بنا قلعہ کھڑا ہے۔ کچھ دیر پہلے کی بڑی لہریں اسے اتفاقاً تعمیر نہیں کر سکتیں۔ اس قدر صفائی سے کسی عمارت کا اتفاقاً بنایا جانا ممکن نہیں۔ اسی طرح سے جاندار اشیاء کا زمین پر اتفاقاً پیدا ہو جانا بھی ممکن نہیں ہے۔

ناممکن

لہروں کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اتفاقاً ریت سے ایسا شاندار شہر تعمیر کر سکیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص جو یہ سب بنانے میں ماہر ہے آیا ہوگا، اس نے یہ سب بنایا ہوگا اور وہ چلا گیا ہوگا۔

حالانکہ کچھ لوگ، حتیٰ کہ پروفیسرز اور سائنسدان، جو اس مضحکہ خیز خیال سے اتفاق رکھتے ہیں وہ بھی نہیں کہیں گے لہروں نے ریت سے محل تعمیر کر دیا لیکن وہ یہ ضرور کہیں گے مادے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جنہیں ایٹم کہا جاتا ہے اتفاق سے اکٹھے ہوئے اور انہوں نے خود بخود سورج، ستارے اور زمین بنا دیئے۔ یہ اسی وجہ سے ہے کہ ایسے لوگ یہ نہیں کہنا چاہتے کہ اللہ نے سب کچھ بنایا ہے۔ وہ صحیح چیز پر یقین نہ رکھنے کی وجہ سے غلط چیز کی حمایت کرتے ہیں۔ ہم اس کتاب کے آخر میں ان لوگوں کے متعلق تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

## زمین کے گرد حفاظتی خول: ماحول

کیا تم جانتے ہو کہ ہر روز زمین پر بہت سے شہابِ ثاقب گرتے ہیں؟

جب شہابِ ثاقب دوسرے سیاروں پر گرتے ہیں، خوفناک گڑھے پیدا کرتے ہیں لیکن

شہابِ ثاقب سیاروں سے ٹوٹنے والے پتھر نما ٹکڑے یا ستاروں کی باقیات ہوتے ہیں۔ یہ وقتاً فوقتاً خلا سے سیاروں کی سطح پر گرتے رہتے ہیں اور بے حد نقصان پہنچاتے ہیں۔ لیکن چونکہ اللہ نے ہمارے سیارے کو حفاظتی خول سے نوازا ہے یہ ہمیں زیادہ نقصان نہیں پہنچاتے۔

جب وہ زمین پر گرتے ہیں تو زیادہ نقصان نہیں پہنچاتے۔

ایسا کس طرح ہوتا ہے کہ شہاب ثاقب سے دوسرے سیاروں کو تو بے حد نقصان پہنچتا ہے لیکن زمین کی سطح محفوظ رہتی ہے۔

اس کی وجہ ماحول ہے جس نے زمین کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ اس نے ایک حفاظتی خول کی طرح ہمارے سیارے کو گھیر رکھا ہے۔ اس ماحول میں داخل ہونے والا شہاب ثاقب مسلسل جلنے کی وجہ سے چھوٹا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب یہ زمین کی سطح کے قریب آتا ہے یہ کافی چھوٹا رہ جاتا ہے۔ اس لئے زمین تک پہنچتے وقت شہاب ثاقب یا تو بالکل ہی چھوٹا رہ جاتا ہے یا بالکل ختم ہی ہو جاتا ہے اور ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

ماحول نہ صرف شہاب ثاقب سے ہونے والے نقصان سے ہمیں بچاتا ہے بلکہ سورج کی نقصان دہ شعاعوں کو بھی جذب کر لیتا ہے۔ یہاں بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ شعاعیں سطح زمین تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں تو جانداروں کے لئے زندہ رہنا ناممکن ہو جائے۔

یہ دو خصوصیات جو ہم نے یہاں بیان کی ہیں یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں کہ ماحول کوئی منتشر شے نہیں ہے۔ اللہ نے جو کہ زمین پر موجود تمام جانداروں پر قدرت رکھتا ہے اور بے حد رحم کرنے والا ہے ماحول تخلیق کیا ہے اور اس ماحول کی بدولت ہمیں خطرے سے بچایا ہے۔

ماحول نے زمین کو حفاظتی خول کی طرح گھیر رکھا ہے۔ ماحول کا شکریہ کہ ہم بہت سے خطرات کو محسوس کئے بغیر ان سے محفوظ ہیں۔

# کیا ایٹم سوچ سکتے ہیں؟

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا بگ بینگ کے بعد ذرات نے مل کر ایٹم کی شکل اختیار کر لی۔ کیا تم جانتے ہو ایٹم کیا ہے؟ پہلے ہم یہ بتائیں گے کہ ایٹم دیکھنے میں کس طرح کا ہوتا ہے۔ ہم ایٹم کو سنگِ مرمر سے تشبیہہ دے سکتے ہیں لیکن بہت مختصر صورت میں۔ اتنا چھوٹا کہ تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔

اب اپنے اردگرد نظر دوڑاؤ! تمہیں نظر آنے والی ہر شے درحقیقت ان ایٹموں سے مل کر بنی ہے۔ کرسی جس پر تم اس وقت بیٹھے ہو، تمہارے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب، تمہاری ماں، سکول میں موجود تمہاری ٹیچر، ٹی وی جو تم دیکھ رہے ہو، سیب، خربوزے، کچن میں موجود چاکلیٹ، تمہارا پالتو جانور، پانی، تمہارے باغ میں موجود پھول، تمہارے کھلونے، اور حتیٰ کہ تمہارا اپنا جسم سب کچھ انہی ایٹموں سے مل کر بنا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ستارے اور سورج جو کائنات کی تشکیل کرتے ہیں اور دنیا جس میں ہم رہتے ہیں یہ سب بھی تمہاری طرح ایٹموں ہی سے بنے ہیں۔ ہر جگہ جہاں تم جاتے ہو اور ہر موڑ پر جہاں سے تم مڑتے ہو ایٹم موجود ہیں۔

تم ان ننھے ذروں کو دیکھ نہیں سکتے جنہیں ہم ایٹم کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمہارے تصور سے بھی زیادہ چھوٹے ہیں۔ یہ اتنے چھوٹے ہیں کہ ایک بڑی دوربین کے ذریعے بھی ہم ان میں سے ایک آدھ کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ ایٹم کے مختصر سائز کو سمجھنے کے لئے ایک مثال پر غور کرو:

فرض کرو تمہارے ہاتھ میں ایک چابی ہے۔ کسی شک کے بغیر یہ ناممکن ہے کہ اس کی تشکیل کرنے والے ایٹموں کو دیکھا جا سکے۔ اگر تم کہو میں ان ایٹموں کو ضرور دیکھوں گا تو تمہیں چابی

کو اتنا بڑا کرنا ہوگا جتنی کہ یہ ہماری زمین ہے۔ اگر تم چابی کو دیکھنے میں اتنا بڑا کرنے کے قابل ہو گئے جتنی کہ یہ زمین ہے تو اس میں موجود ہر ایٹم ایک چیری کے سائز کا ہوگا اور تم اسے بخوبی دیکھ سکو گے۔

خیر ایٹم بگ بینگ کے بعد بھلا کیسے اکٹھے ہوئے ہوں گے؟ ایٹم بے جان ہیں۔ ان کے پاس دماغ اور عقل نہیں۔ وہ فیصلہ کرنے کی قوت نہیں رکھتے۔ مثال کے طور پر وہ یہ نہیں کہہ سکتے آؤ اکٹھے ہو کر ستارہ بنائیں یا آؤ مل جل کر زمین کی تشکیل کریں۔ ہم مندرجہ ذیل مثال بھی پیش کر سکتے ہیں:

ہم نے پہلے بھی جگسا پزل کا ذکر کیا تھا۔ اس پزل کے ٹکڑے بے جان ہیں اور ایٹم کی طرح یہ بھی فیصلہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اگر تم انہیں بکھیر دو تو ان کے پاس یہ سوچنے کی صلاحیت نہیں ہوگی کہ چلو آؤ اکٹھے ہو کر قلعہ یا انسان بنائیں۔

ایک بار پھر یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ آخر یہ سب ستارے، سیارے، انسان اور جانور ایٹموں کے مل جانے سے کیسے بنے ہیں؟ اگر یہ ایٹم فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو کس نے انہیں اکٹھا کیا؟

یقیناً ہمارے اردگرد کچھ بھی اتفاقاً نہیں ہو سکتا۔ اللہ ہی نے ایٹموں کو ایک ساتھ جوڑا ہے۔ اللہ ہی نے خلا کی تمام وسعت، سیاروں، ستاروں، زمین، جانوروں، پودوں اور انسانوں کو ایٹموں کے ذریعے تخلیق کیا ہے۔

# انسان ایٹموں سے کس طرح بنے ہیں؟

ہم کہہ چکے ہیں کہ ایٹموں نے اکٹھے ہو کر انسانوں کی تشکیل کی ہے، یقیناً تم حیران ہو گے کہ ایسا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ پہلے ایٹم اکٹھے ہو کر خلیہ بناتے ہیں۔ ہم ایک اور نئی چیز سیکھ رہے ہیں: آخر خلیہ کیا ہوتا ہے؟

تمام اجسام اور جاندار اشیاء خلیات سے مل کر بنی ہیں۔ اگر خلیات ایٹم جتنے چھوٹے نہ بھی ہوں تب بھی وہ اس قدر چھوٹے ضرور ہوتے ہیں کہ انسانی آنکھ سے دیکھے نہیں جا سکتے۔ ہم مندرجہ ذیل مثال کے ذریعے ان کے چھوٹے سائز کو بیان کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں:

اگر ہم دس ہزار خلیات کو اکٹھا کریں تو ہم ایک پن کے سرے جتنی چیز بنا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن خلیے انسانوں چیونٹیوں، بلیوں، گلابوں، درختوں اور تمہارے اردگرد تمام حیاتیاتی مخلوق کی تشکیل میں اینٹوں کی طرح سے ہوتے ہیں۔ تم مثلاً کوئی کھربوں خلیوں سے مل کر بنے ہو۔

تو یہ کھربوں خلیے کہاں سے آتے ہیں؟

اپنے بھائی کو دیکھو۔ دو سال پہلے اس کا وجود ہی نہ تھا۔ پھر اچانک وہ نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ اس نے بڑھنا شروع کیا۔ یہ حیران کن واقعہ آخر کس طرح رونما ہوا؟ تمہارے بھائی کی شروعات تمہاری ماں کے پیٹ میں ایک خلیے سے ہوئی۔ لیکن اس اکیلے خلیے میں بہت سی اہم معلومات جمع تھیں۔ ان تمام معلومات نے تمہارے بھائی کو ویسا بنایا جیسا وہ نظر آتا ہے: یعنی اس کی آنکھوں اور بالوں کا رنگ اور قد وغیرہ۔

پھر یہ خلیہ کچھ بڑا ہوا اور تقسیم ہونا شروع ہو گیا۔ پہلے یہ دو میں تقسیم ہوا۔ خیر یہاں

ایک دلچسپ صورتحال بھی پیدا ہوئی کہ معلومات کی تقسیم نہیں ہوئی اس کا مطلب ہے کہ انہی معلومات کی نقل دوسرے خلیہ میں منتقل ہوگئی۔ اسی طرح خلیہ کی تقسیم اور معلومات کی منتقلی جاری رہی حتیٰ کہ بہت سے خلیے ایک جیسی معلومات کے ساتھ جمع ہوگئے۔ پھر یہ کچھ اور خلیوں میں تقسیم ہوئے اور کچھ اور مزید کچھ اور میں۔ یہ صورتحال جاری رہی یہاں تک کہ لاکھوں خلیے تشکیل پا گئے۔

جب یہ سب جاری تھا تو ایک ایسی چیز بھی ہوئی جس کا تم تصور نہیں کر سکتے:

یہ خلیات، اگرچہ یہ سب ایک سی معلومات پر مشتمل تھے مختلف کام سرانجام دینے لگے۔ ان میں سے کچھ نے تمہارے بھائی کی جلد تشکیل دی۔ کچھ اور نے اس کے پٹھے، کچھ نے ڈھانچہ اور کچھ نے دماغی خلیات۔

تقسیم کے دوران خلیات کے مجموعے نے جو تقریباً ایک گیند کی مانند تھا شکل اختیار کرنا شروع کر دی۔ جیسے کہ تم صفحہ کے اوپر تصاویر میں دیکھ سکتے ہو، پہلے تمہارے بھائی کا سر نمودار ہوا، اس کے بعد اس کے باریک باریک بازو اور ٹانگیں۔ خلیے نشوونما پاتے رہے اور تقسیم ہوتے رہے اور نو ماہ کے بعد انہوں نے ایک مکمل بچے کی شکل اختیار کر لی۔ تمہاری اس سے پہلی ملاقات اس کی پیدائش کے وقت ہوئی۔

اب تک ہم جو کچھ بتا چکے ہیں تمہیں حیران کر سکتا ہے۔ تم شاید سوچو کہ کیوں خلیوں نے الگ الگ کام کیے اور کس طرح یہ ایک تراشی ہوئی صورت میں جڑ گئے۔ اللہ ہی ہے جس نے یہ سب کچھ کیا۔ خلیے اتنے چھوٹے ہیں کہ انسانی آنکھ سے دیکھے نہیں جا سکتے۔ اینٹوں کی طرح خلیوں کے لئے بھی خود بخود فیصلے کرنا اور انسانی صورت میں اکٹھے ہو جانا ناممکن ہے۔ یہ سوچنا حماقت ہے کہ تمہارا بھائی اور دوسرے انسان خلیات کے اتفاقاً اکٹھا ہونے سے تشکیل پا گئے ہیں۔

تمام چیزوں کے خالق اللہ نے سب انسانوں کو کامل طرز پر تخلیق کیا ہے اور اپنی کتاب میں جو اس نے ہم پر اتاری ہے لوگوں کو اس بارے میں غور کرنے کے لئے کہا ہے:

أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا

(یہ) انسان اس بات کو نہیں سمجھتا کہ ہم اس کو اس کے قبل (عدم سے) وجود میں لا چکے ہیں اور یہ اس وقت کچھ بھی نہ تھا۔ (سورۃ مریم: ٦٧)

تم نے اپنے بھائی اور دوسرے تمام انسانوں کی طرح ایک خلیے سے نشوونما پائی، تم بڑھتے رہے اور ایک مکمل شخصیت بن گئے۔ اس وقت تم اس دنیا میں شاندار زندگی گزار رہے ہو۔ تم ان سب کے لئے اللہ کے محتاج ہو۔ اللہ نے تم پر رحم فرمایا اور بہت سی رحمتیں نازل کیں۔ پس تمہیں کبھی بھی اپنے خالق اللہ کا شکر ادا کرنا نہیں بھولنا چاہیے۔

# یہ ہمارا جسم ہے!

ہمارا جسم مکمل حیاتیاتی نظام ہے جس کے تحت ہم زمین پر آسانی سے زندگی گزارتے ہیں، دوڑتے اور کھیلتے ہیں، پڑھتے اور لکھتے ہیں، مختصراً ہر کام کرتے ہیں۔ یہ نظام ایسا شاندار ہے کہ ہم جدید ترین ٹیکنالوجی کے ذریعے بنائے جانے والی اشیاء کے ساتھ بھی اس کا موازنہ نہیں کر سکتے۔

تم اپنے جسم کے بارے میں کتنا جانتے ہو جو بغیر تھکے کام کرتا ہے اور اپنی ٹوٹ پھوٹ کی خود ہی مرمت کر لیتا ہے؟

کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا جسم چکنائی، پروٹین، پانی، کاربوہائیڈریٹس اور معدنیات سے بنا ہے؟

# آنکھیں ایسی کھڑکیاں ہیں جن سے ہم دنیا دیکھ سکتے ہیں

ہمارے جسم کا ہر حصہ ہمارے لئے انتہائی اہم ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو جائے تو ہماری زندگیاں ہی بدل جائیں۔ مثال کے طور پر ہماری آنکھیں۔ کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ تم کیا کرتے اگر تمہاری آنکھیں ہی نہ ہوتیں؟ تم یہ جاننے کے قابل نہ ہو سکتے کہ تمہارے ماں باپ، بھائی، بہنیں اور دوست دیکھنے میں کیسے لگتے ہیں۔ تم تمام خوبصورت اشیاء نہ دیکھ سکتے۔ تم بہت سے ایسے کھیل نہ کھیل پاتے جو تم اب کھیلتے ہو۔ تم یہ کتاب پڑھنے اور اس میں موجود رنگین تصاویر دیکھنے کے قابل نہ ہوتے۔ تم یہ تصور کرنے کے قابل بھی نہ ہوتے کہ ایک کتا یا خرگوش کیسے نظر آتے ہیں کیونکہ تم نے انہیں دیکھا ہی نہ ہوتا۔ تم ٹی وی پر کارٹون دیکھنے کے قابل بھی نہ ہوتے۔ تم اپنے کام آسانی سے سرانجام نہ دے سکتے۔ تم ہو سکتا ہے اپنے ہی گھر میں رستہ نہ تلاش کر پاتے۔ تم کسی بھی رنگ یا شکل کو نہ دیکھ سکتے، نہ ہی تم روشنی کے متعلق جان پاتے اور نہ ہی چیزوں کو دیکھ سکتے۔ یہ فہرست کہیں بھی ختم نہیں ہوتی۔

اللہ نے تمام انسانوں کو آنکھوں سمیت تخلیق کیا جن سے وہ دیکھ سکتے ہیں۔ اللہ نے انسانوں کو یہ بے حد اہم اثاثہ دیا ہے۔ ہماری آنکھیں بڑی اہم خدمات سرانجام دیتی ہیں۔ ہمارے اردگرد کی چیزوں کو دیکھنے کے لئے وہ ایسے پیچیدہ سلسلے سے گزرتی ہیں جس کے بارے میں ہمیں کچھ علم نہیں ہے۔

چلو مختصر طور پر جائزہ لیں کہ ہم کیسے دیکھ پاتے ہیں:

دنیا کی ہر شے روشنی کو منعکس کر کے اپنے ماحول میں پھیلاتی ہے۔ مثال کے طور پر جب تم اس کتاب کو دیکھ رہے ہو روشنی منعکس ہو کر پتلی کے ذریعے تمہاری آنکھ کی پچھلی جانب چلی گئی ہے۔

یہ روشنی تمہاری آنکھ کے پچھلے حصے میں بہت سے مراحل سے گزر کر ایک برقی پیغام میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ برقی پیغام تمہارے دماغ میں جاتا ہے۔ تمہارے دماغ کے پچھلی طرف بصارت کا مرکز ہے جو اسے تمہارے لئے ممکن بناتا ہے۔ بصارت

ایک چھوٹے سے حصے میں واقع ہے۔ یہ ایک چھوٹا حصہ ہے جہاں برقی پیغامات کتاب کی تصویر بناتے ہیں جب تم اسے دیکھ رہے ہوتے ہو۔

ان مراحل کو مختصراً بیان کرنے کے لئے بھی خاصا وقت درکار ہے جبکہ یہ سارا عمل فوری طور پر واقع ہو جاتا ہے۔ یہ مراحل اتنی تیزی سے طے ہوتے ہیں کہ جیسے ہی تم کتاب کو دیکھتے ہو وہ تمہیں فوراً نظر آ جاتی ہے۔
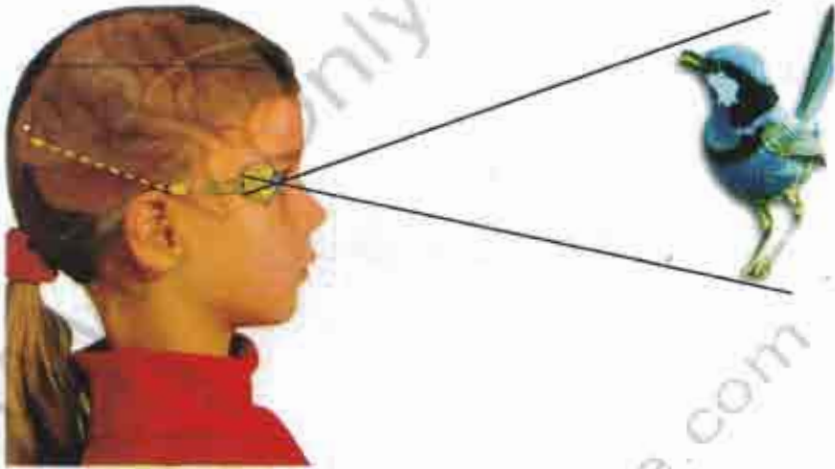
کیا یہ ایک بے حد مکمل نظام نہیں ہے؟ اگر تمہیں یاد ہو تو ہم نے اس کتاب کے شروع میں ارتقاء پسندوں کا ذکر کیا تھا۔ ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ لوگ یقین رکھتے ہیں کہ زمین، کائنات، ستارے اور تمام جاندار اشیاء اتفاق کا نتیجہ ہیں۔ یہ لوگ یہی بات ہماری آنکھوں کے متعلق بھی کہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہماری آنکھیں اتفاقاً خود بخود نمودار ہو گئی ہیں۔ کیا ایسا پیچیدہ اور حیرت انگیز نظام خود بخود وجود میں آ سکتا ہے؟ چلو اس رائے کے مضحکہ خیز ہونے سے متعلق ایک مثال دیتے ہیں:

انجینئرز نے انسانی آنکھ کی نقل پر فوٹوگرافک اور ویڈیو کیمرے تیار کئے ہیں۔ جبکہ ان میں سے کوئی بھی آلہ تمہاری آنکھ سے بہتر منظر فراہم نہیں کرتا۔ اب کتاب پر سے نظر ہٹاؤ اور اپنے اردگرد دیکھو۔ کیا تم صاف طور سے نہیں دیکھ سکتے؟ تمہاری

اس بصارت میں کوئی دھندلا پن، سفید دھبے یا شکستہ لکیریں حارج نہیں ہیں۔ اب اپنے ٹی وی سیٹ کی طرف دیکھو۔ اکثر تمہیں اس کی تصویر میں سفید دھبے یا ٹوٹی ہوئی لکیریں نظر آتی ہیں۔ حتی کہ جب ایسا نہیں بھی ہوتا اور تمام تر جدید تکنیک کے استعمال کے باوجود بھی ٹی وی تمہاری آنکھوں جیسی باکمال تصویر نہیں دکھاتا۔

اب ایک لمحے کے لئے سوچو۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہاری آنکھیں کسی بھی ویڈیو اور فوٹو گرافک کیمرے کی نسبت زیادہ جدید اور بہتر خصوصیات کی حامل ہیں۔ تم کیا کرو گے اگر کوئی تمہارے پاس آکر کہے کہ:

ایک طوفان آیا اور کچھ برقی تاریں، پیچ، ہتھوڑے، پیچ کس اڑتے ہوئے
دروازے اور کھڑکیوں سے باہر نکل گئے اور گھر سے باہر پچھلے صحن میں جمع ہو گئے پھر
کچھ بارش اور آسمانی بجلی کی بدولت یہ چیزیں مٹی میں شامل ہو گئیں۔ کچھ وقت گزرا
اور میں نے ایک ٹی وی کو اگتے دیکھا۔ میں نے اسے اٹھایا اور گھر لے آیا۔
تم شاید یہ سوچو گے کہ یہ آدمی یا تو پاگل ہے یا جھوٹا کیونکہ جیسا کہ ہم سب
ہی جانتے ہیں ٹی وی سیٹ بڑی بڑی فیکٹریوں میں تیار ہوتے ہیں جہاں پر
سینکڑوں انجینئرز، ڈیزائنرز اور ماہرین کا عمل ہوتا ہے۔ ایک ٹی وی کے لیے خود
بخود بن جانا ممکن نہیں ہے۔
کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ہماری آنکھیں جو ٹی وی سے زیادہ بہتر خصوصیات
کی حامل ہیں خود بخود وجود میں آجائیں؟ یقیناً نہیں! جیسے ٹی وی اپنے آپ
نہیں بن سکتا بلکہ کسی کو اسے بنانا پڑتا ہے۔ ہماری آنکھیں بھی کسی اتفاق کا نتیجہ
نہیں ہیں۔ اللہ ہی ہے جس نے ہماری آنکھوں کو اس طرح بنایا کہ ان سے
ہم سہ جہتی (three dimentional) رنگین صاف مناظر دیکھ سکتے
ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہم ہر خوبصورت چیز کو
دیکھ سکتے ہیں۔

# ہمارے کان جو بلا ارتعاش سن سکتے ہیں

اللہ نے ہماری آنکھوں کی طرح ہمارے کانوں کو بھی باکمال طور پر پیدا کیا ہے۔ مثلاً ایک سٹیریو کا تصور کرو۔ اگر تم بہترین سٹیریو کو بھی چلاؤ تو مرتعش اور سنسناتی ہوئی آواز سننے کو ملے گی۔ ریڈیو کے چینل اکثر خلط ملط ہو جاتے ہیں۔ عین اس لمحے بولنے کی بجائے صرف سنو! کیا تمہیں کوئی سنسناہٹ سنائی دیتی ہے؟ تمہارے کان اس طرح کی کوئی چیز پیدا نہیں کرتے۔ تم آوازیں شاندار طریقے سے صاف طور پر سن سکتے ہو۔ کیا تم نہیں سوچتے کہ تمہارے کان بھی سٹیریو کی مانند ارتعاش پیدا کر سکتے تھے؟ اللہ نے ہمارے کانوں کو باکمال بنایا ہے اور ہم اپنے اردگرد کی آوازیں بغیر کسی رکاوٹ کے سن سکتے ہیں۔

اللہ نے ہمارے کانوں کو اس طرح بنایا ہے کہ ہم ایسی آوازیں نہیں سن پاتے جو ہمیں پریشان کر سکیں۔ مثلاً ہمارے جسم میں خون اپنی تیز گردش کے دوران بہت شور پیدا کرتا ہے۔ جبکہ ہمارے کان یہ شور سننے سے قاصر رہتے ہیں۔ ہمارا سیارہ بھی گھومتے ہوئے کافی شور پیدا کرتا ہے۔ کیا ایسا نہیں کہ اللہ نے ہمارے کانوں کو ایسے بہترین انداز میں بنایا کہ ہم یہ شور نہیں سن پاتے۔

اللہ ہمارا بے حد خیال رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام عمر وہ ہمیں ایسی آوازیں سننے ہی نہیں دیتا جو ہمیں پریشان کر سکتی ہیں۔

اس لئے ہمیں اللہ کی اس فیاضی کے لئے اس کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ اللہ نے قران کی ایک آیت میں کہا ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے، اور اس نے تم کو کان دیئے اور آنکھ اور دل تا کہ تم شکر کرو۔ (سورۃ النحل: ۷۸)

یہ ایک تصویر ہے جس میں کان کا اندرونی حصہ دکھایا گیا ہے۔ تمہارے کان کا پردہ آوازیں جمع کرتا ہے اور آواز کان کے اندر سے ہوتی ہوئی آخرکار دماغ میں سماعت کے مرکز تک پہنچتی ہے۔ اور یہیں تم آواز سننے کے قابل ہوتے ہو۔
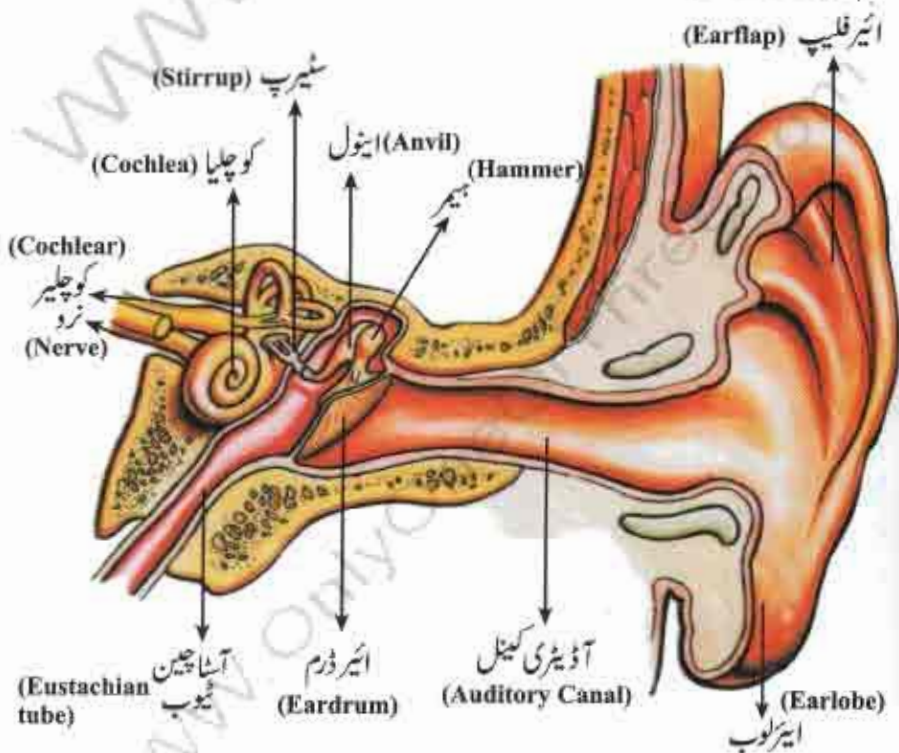
# ہمارا دل جو کبھی نہیں تھکتا

ہمارے لیے ہمارا دل نہایت اہم عضو ہے۔ یہ ایک منٹ میں تقریبا ۷۲ مرتبہ اور ایک سال میں چالیس لاکھ مرتبہ دھڑکتا ہے۔ یہ سمجھنے کے لیے کہ یہ کتنا تھکا دینے والا کام ہے اپنی مٹھی بند کرو اور پھر کھولو اور بار بار اس عمل کو جاری رکھو۔ کتنے منٹوں تک تم سمجھتے ہو کہ تم اس عمل کو جاری رکھ سکتے ہو؟

تمہارا مٹھی بھر دل اس عمل کو تمہاری ساری زندگی کے دوران بغیر تھکے جاری رکھتا ہے اور ایک مرتبہ بھی نہیں رکتا۔ ہمارے دل ہمارے سونے کے دوران بھی نہیں رکتے۔ جب ہم جوش میں مبتلا ہوتے ہیں تو ہمارا دل تیزی سے دھڑکتا ہے جبکہ نیند کے دوران اس کی رفتار کم ہو جاتی ہے۔ ہمارا دل ان تمام قاعدوں کو ہماری مکمل بے خبری میں خود ہی ترتیب دیتا رہتا ہے۔

ہر مرتبہ جب ہمارا دل دھڑکتا ہے یہ ہمارے جسم میں خون پمپ کرتا ہے۔ اس خون میں وہ سب کچھ ہوتا ہے جو ہمیں زندہ رہنے کے لئے درکار ہے۔ ہمارے جسم کا ہر خلیہ ضروری آکسیجن اور خوراک خون ہی سے حاصل کرتا ہے۔ ہمارا دل روزانہ تقریبا ۴۳۰۰۰ لیٹر (تقریبا ۱۱۰۰۰ گیلن) خون پمپ کرتا ہے۔ کیا تم جانتے ہو اس سے مراد خون کی کتنی مقدار ہو سکتی ہے یہ ۱۵۰ نہانے کے ٹب بھرنے کے لئے کافی ہے۔ اگر تم صرف ایک کپ کے ذریعے نہانے کا ٹب خالی کرنے کی کوشش کرو تو کیا تم تھک نہ جاؤ گے؟ اب ۱۵۰ نہانے کے ٹب صرف ایک کپ کے ذریعے خالی کرنے کے متعلق تصور کرو۔ شاید تم ایسا مشکل کام کرنے کے قابل ہی نہ ہو پاؤ۔ بہر حال ہمارا دل جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں یہی کام سرانجام دیتا چلا آ رہا ہے اور یونہی دیتا چلا جائے گا جب تک

ہم مرنہیں جاتے۔ مزید برآں یہ اس میں وقفہ بھی نہیں ڈالتا تم مثلاً
ایک چھوٹے سے کام کے دوران بھی وقفہ ڈالتے ہو۔ تمہیں شاید
لیٹ کر آرام کرنے کی ضرورت پیش آتی ہو لیکن ہمارا دل کبھی نہیں تھکتا
کیونکہ یہ سب ہمارے زندہ رہنے کے لئے
بے انتہا ضروری ہے۔ یہ خود چھوٹا ہے لیکن
اس کا کام بہت بڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اسے اس
انداز سے بنایا ہے کہ یہ کبھی نہیں تھکتا۔

ایک ملک کے متعلق یہ تصور نا قابل قبول ہے کہ اس میں
سڑکوں، ریل اور سمندری راستوں کا ایک نظام موجود نہ
ہو۔ تمہارا جسم اپنے منفرد نظام کی وجہ سے اپنا کام بے داغ
انداز میں سرانجام دیتا رہتا ہے۔ یہ ہماری شریانوں کا
گردشی نظام کہلاتا ہے۔ ان شریانوں میں خون گردش کرتا
رہتا ہے جسے دل پمپ کرتا ہے خون کے ذریعے بے شمار
مادے جسم کے ایک حصے سے دوسرے حصے تک پہنچتے ہیں۔
یہ جسم کے ہر حصے کو خوراک مہیا کرتا ہے اور فاضل مادے
اکٹھے کرتا ہے۔
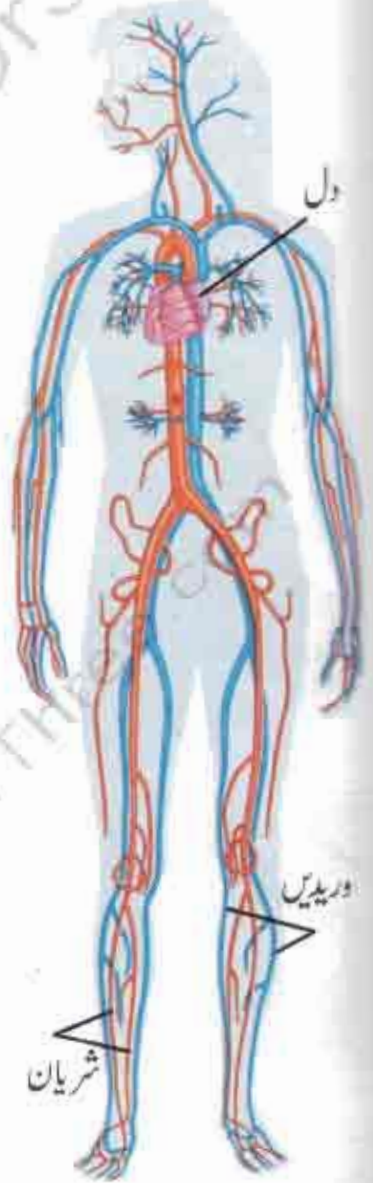
# کیا تم جانتے ہو جسم میں بھی جراثیموں کے خلاف حفاظتی لشکر موجود ہوتا ہے؟

ہمارے بیٹھنے کی جگہیں، ہوا جس میں ہم سانس لیتے ہیں جراثیموں اور وائرسوں سے بھری پڑی ہے لیکن ہم انہیں دیکھ نہیں پاتے۔ جراثیم اور وائرس چھوٹے چھوٹے جاندار ہیں جو انسانی جسم میں بیماریاں پھیلاتے ہیں۔ ہم انہیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے لیکن یہ ہماری بیماری اور کمزوری کی وجہ بن سکتے ہیں۔

کچھ اور جاندار بھی ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھ سکتے۔ یہ ایسی فوج تشکیل دیتے ہیں جو ہمارے اندر رہتی ہے اور ہمیں دشمن جراثیم اور وائرسوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ یہ فوج مدافعتی نظام کہلاتی ہے۔

ہمارا مدافعاتی نظام ہمارے خون میں پایا جاتا ہے۔ یہ خلیے جو ہمارے مدافعاتی نظام کی تشکیل کرتے ہیں خون کے سفید خلیے کہلاتے ہیں۔

جب کوئی دشمن ہمارے جسم میں گھستا ہے ہمارا خون ایک لیبارٹری کا کام دیتا ہے۔ یہ دشمن سے لڑنے کے لیے فوری طور پر بہت خاص مادے پیدا کرتا ہے اور دشمن کی طاقت کے مطابق نئے سرے سے مزید خلیے بناتا ہے۔ ایک خونخوار لڑائی شروع ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا اور ہمارے جسم میں موجود فوج لڑائی میں جیت جاتی ہے اور جراثیم اور وائرس ہلاک ہو جاتے ہیں۔

حفاظتی ٹیکوں کی اہمیت اور افادیت: خطرناک جراثیموں کو بے اثر بنا کر جسم میں داخل کیا جاتا ہے۔ اس طرح مدافعاتی خلیے انہیں پہچان جاتے ہیں اور تمہیں ان سے بچانے کی خاطر فعال ہو جاتے ہیں۔

خون کے سفید خلیات تقریباً کھربوں سے بھی زیادہ کی تعداد میں جدید فوج تیار کرتے ہیں۔ اس فوج کے عملے میں ہر ایک اپنا منفرد کام سرانجام دیتا ہے۔ ان میں سے کچھ یہ جائزہ لیتے ہیں کہ خون کے بہاؤ میں کہیں کوئی بیرونی جسم تو شامل نہیں ہوگیا۔ اور ان میں سے کچھ ایسے کیمیائی مادے پیدا کرتے ہیں جو دشمنوں کو تباہ کردیں اور کچھ دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں۔

جیسے ہی وائرس جسم میں داخل ہوتا ہے محافظ کے طور پر کام کرنے والے مدافعاتی خلیے اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔
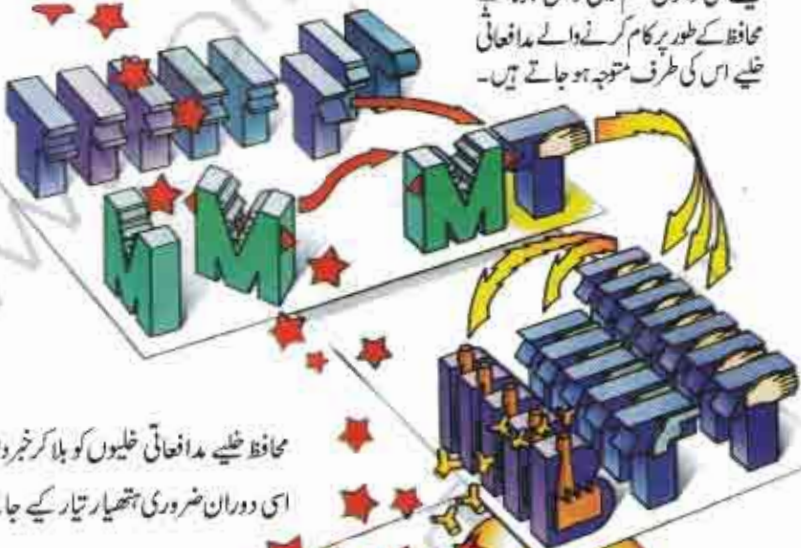
محافظ خلیے مدافعاتی خلیوں کو بلا کر خبردار کرتے ہیں اسی دوران ضروری ہتھیار تیار کیے جاتے ہیں۔

اسی اثنا میں وائرس جسمانی خلیات میں داخل ہو جاتے ہیں تاکہ تقسیم کا عمل شروع کرسکیں۔ مدافعاتی خلیے ان جسمانی خلیات کو ہلاک کر دیتے ہیں اور اس طرح سے وائرس بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔ نتیجۃً ہمارا جسم جنگ جیت جاتا ہے۔

کبھی کبھی ہم اس جنگ کو محسوس بھی کرتے ہیں تم کہو گے وہ کیسے؟ جب ہمیں بخار ہوتا ہے یقیناً تمہیں اب تک کم از کم دو مرتبہ بخار ہوا ہوگا۔ یہی وہ وقت ہے جب تمہارے اندر فوج اور دشمن میں لڑائی چل رہی ہوتی ہے۔ لڑائی کے دوران تمہارا جسم ساری توانائی خرچ کر لیتا ہے اور اسے مزید توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ایسے میں جب تمہارا جسم لڑائی میں مصروف ہو تم باہر جا کر دوڑنا شروع کر دو تم وہ تمام توانائی خرچ کر ڈالو گے جس کی تمہارے جسم کو لڑائی کے دوران ضرورت ہے۔ اس صورت میں تمہاری فوج لڑائی ہار جائے گی اور تم بیمار پڑ جاؤ گے۔ بہرحال جب تمہیں بخار ہوتا ہے تو تم قدرتی طور پر آرام کرنے کے لئے لیٹ جاتے ہو اور تمہاری فوج موجودہ توانائی کی مکمل مقدار استعمال کر لیتی ہے۔ ایسا کرنے سے فوج جیت سکتی ہے۔ جب ہمیں زیادہ حرارت ہوتی ہے ہمارا جسم ہمیں پیغام دیتا ہے" آرام!"

جانتے ہو اگر ہمارے پاس مدافعاتی نظام نہ ہوتو کیا ہو؟ ہمارے پیدا ہونے کے کچھ دیر بعد ہمارے جسم میں داخل ہونے والا پہلا جرثومہ ہی ہمیں ہلاک کر دے چونکہ اللہ تمام انسانوں پر رحم کرنے والا اور ان کا خیال رکھنے والا ہے اس نے تمام انسانوں کو مدافعاتی نظام کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کے شروع ہی میں ہمیں احساس ہو گیا تھا کہ ہم زندگی میں ہر لمحے خوبصورت اشیاء کو دیکھنے کے لئے اور مزیدار کھانے کھانے کے لئے اللہ کے محتاج ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ہر چیز میں اللہ ہی کا جلوہ دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ میں ان ساری نعمتوں کے لئے تیرا شکر گزار ہوں جو تو نے مجھے بخشی ہیں۔

# ہمارے گردوپیش میں پائی جانے والی مخلوقات کی حیرت انگیز خصوصیات

کیا تم جانتے ہو وہ جاندار اشیاء جنہیں تم روزانہ دیکھتے ہو بے حد دلچسپ خصوصیات کی حامل ہیں؟

دنیا کو پیدا کرنے کے بعد اللہ نے اس میں بہت سی مخلوقات کو پیدا کیا ان مخلوقات میں سے ایک تو انسان ہے۔ ہم تمہیں پہلے بتا چکے ہیں کہ انسان کی تخلیق کیسے ہوئی۔ اس سیارے پر انسانوں کے علاوہ بھی مخلوقات ہیں۔ یہ جانور اور پودے ہیں۔

اس حصہ میں ہم ان جانوروں اور پودوں کی حیرت انگیز خصوصیات کو بیان کریں گے۔ ان میں سے کچھ ایسے جانور ہو سکتے ہیں جو تم روز مرہ زندگی میں سیر کے دوران، پچھلے صحن میں کھیلتے ہوئے یا بالکونی میں بیٹھے ہوئے دیکھتے ہو۔ تم نے شاید ان کی منفرد خصوصیات پر بہت زیادہ غور نہیں کیا ہو گا۔

جب اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا تو اس نے انہیں کچھ ایسی خصوصیات دیں جو انہیں مسلسل اس کی یاد دلاتی رہیں۔ تم اس صفحہ پر انسان اور مچھر کی تصویر دیکھ سکتے ہو۔ مچھر انسان کے مقابلے میں ہزار گنا چھوٹا ہے۔ مگر اس کے باوجود بستر میں سوتا ہوا انسان مچھر کے خلاف دفاع کرنے کے ذرا بھی قابل نہیں۔ یہ (لڑکی) کچھ بھی کر لے خود کو مچھر کے کاٹنے سے محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ اگرچہ یہ انسان کے مقابلے میں بہت ہی چھوٹا ہے مگر اللہ نے مچھر کو بہت ہی مخصوص صفات بخشی ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ چاہتا ہے کہ انسان غور کریں۔ وہ انہیں یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ وہ اس کی مرضی کے بغیر ایک مچھر کے خلاف بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ اس طرح سے انسانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ کے سامنے ان کے پاس مطلق کوئی طاقت نہیں۔

اب اپنے بارے میں سوچو۔ تم بستر میں جاتے ہو اور ایک مسلسل بھنبھناہٹ سنتے ہو۔ یہ مچھر کی بھنبھناہٹ ہے۔ جیسا کہ تم تصویر میں دیکھ سکتے ہو کہ مچھر بہت چھوٹا ہے مگر اس کا شور بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہ اس منفرد صلاحیت کی وجہ سے ہے جو اسے اللہ نے بخشی ہے۔ اچھا کیا تم جانتے ہو مچھر مسلسل تمہیں کاٹنے کی کوشش کیوں کرتا رہتا ہے؟ آؤ اب ہم تمہیں مچھر کے دلچسپ کارنامے کے بارے میں بتاتے ہیں۔

کام میں مصروف مچھر! نیچے کی تصویر میں کیا تم دیکھ رہے ہو مچھر کا پیٹ خون پینے سے کیسے سرخ ہو چلا ہے؟

# مچھر کا حیرت انگیز کارنامہ

مچھر ایسی مخلوق ہے جس سے زیادہ تر انسان واقف ہوں گے کیونکہ یہ گرمیوں کے دوران ہمارے گھروں میں گھس آتے ہیں۔

کیا تمہیں کبھی کسی مچھر کو نزدیک سے دیکھنے کا موقع ملا ہے؟ اگر نہیں تو پچھلے صفحہ پر موجود تصویر کو غور سے دیکھو پھر ہم اکٹھے اس کا مطالعہ کریں گے۔ کیا تم جانتے ہو مچھر کا پیٹ سرخ کیوں ہے؟ اس کا پیٹ سرخ اس لئے ہے کہ اس میں اس شخص کا خون بھرا ہے جس پر اس نے حملہ کیا تھا۔ مچھر خون کیوں چوستے ہیں؟ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ مچھر خون پر پلتے ہیں۔ درحقیقت مچھر پھولوں کے رس پر پلتے ہیں صرف مادہ مچھر ایسی ہے جو اپنے اندر موجود انڈوں کے لئے خون چوستی ہے۔

یہ جاننے کے بعد تم مچھر کو یقیناً مختلف انداز سے دیکھو گے۔ مچھر کے متعلق ایسی باتیں بھی ہیں جو تمہیں مزید حیران کر دیں گی۔ جیسا کہ تم جانتے ہو مچھر ایسی مخلوق ہے جو زمین پر رہتی ہے اور اڑتی ہے لیکن اس کی نشوونما پانی میں ہوتی ہے۔ پختگی کو پہنچنے کے بعد یہ بھیگے بغیر پانی سے نکل آتے ہیں۔ کیا تم نے کبھی یہ ناقابل یقین کہانی سنی ہے؟ اگر نہیں تو اسے پڑھ کر تم حیران رہ جاؤ گے۔

## کارنامے کا آغاز ہوتا ہے:

ننھے مچھر کے کارنامے کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب مادہ مچھر اپنے انڈے تالاب یا گیلے پتوں پر رکھ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں وہ انہیں بے ترتیبی سے پھینک نہیں دیتی۔ وہ انہیں ایک قطار میں ساتھ ساتھ رکھتی ہے۔ انڈے ایک بیڑے (raft) کی شکل کے ہوتے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو مادہ مچھر اپنے انڈوں کو اس شکل میں کیوں ترتیب دیتی ہے؟

وہ اپنے انڈوں کو یہ شکل اس لئے دیتی ہے کہ پانی پر چھوڑے جانے کی وجہ سے ان کے

مادہ مکھی اپنے انڈوں کو بیڑے (raft) کی کی شکل میں جوڑتی ہے
تا کہ وہ ڈوبنے سے محفوظ رہ سکیں۔

ڈوبنے کا خاطر خواہ امکان ہو سکتا ہے اگر وہ اس طرح سے جڑے ہوں تو ڈوبنے کا خدشہ باقی نہیں رہتا۔ سفید انڈے جنہیں ماں بڑی احتیاط سے قطار میں لگاتی ہے فوراً گہرا رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ کیڑے مکوڑے اور پرندے اس گہرے رنگ کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ نہیں ہو پاتے۔ اس طرح سے انڈے کیڑے مکوڑوں اور پرندوں کے حملے کے خلاف محفوظ ہو جاتے ہیں۔ پھر بھلا مچھر کے ننھے انڈے نے گہرا رنگ اختیار کرنا کہاں سے سیکھا؟

ظاہر ہے ننھے انڈے کے پاس اس قدر علم نہیں ہو سکتا۔ مادہ مچھر جو ان کی ماں ہے اسے بھی نہیں پتہ کہ اس کا رنگ کس طرح سے تبدیل کرتا ہے۔ اللہ ہی ہے جو انڈوں کا رنگ تبدیل کرتا ہے۔ اللہ بہت رحم کرنے والا اور اپنی تخلیق کی گئی جاندار اشیاء کا محافظ ہے۔ وہ مچھر کے انڈوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ان کا رنگ تبدیل کر دیتا ہے۔

ٹھہرو! مچھر کا کارنامہ تو ابھی شروع ہی ہوا ہے۔ انڈے کے اندر ننھی سی چیز ابھی کیڑے جیسی شکل اختیار کر لے گی جس کا نام لاروا ہے۔ یہ لاروے جیسا کہ تم اگلے صفحہ پر دیکھ سکتے ہو سر کے بل پانی میں رہتے ہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ پانی کے اندر سر کر کے یہ سانس کس طرح لیتے ہوں گے؟ اللہ نے انہیں ایسے عضو سے نوازا ہے جس کی وجہ سے وہ سانس لے سکتے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو یہ عضو کیسا دکھتا ہے؟ یہ کسی پیراک کے سانس لینے کے آلے (snorkel) کی طرح ہوتا ہے جیسے اگلی تصویر میں بچے نے پہنا ہوا ہے۔ یہ ایک نالی ہے جس کا دوسرا سرا پانی سے باہر رہتا ہے۔

مچھر کا لاروا

اس نالی میں داخل ہونے والی ہوا پانی میں پڑے ننھے مچھر کو سانس لینے میں مدد دیتی ہے۔

البتہ یہاں ایک اہم مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ یہ نالی پانی سے باہر رہتی ہے لیکن ایک معمولی سی لہر کی بدولت اس میں پانی داخل ہو سکتا ہے جس کا مطلب ہے مچھر کا ڈوبنا۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ نالی کے سرے پر چپچپا مادہ پانی کو نالی میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ لاروا جسے تم دیکھ رہے ہو کہتا ہو گا کہ میری نالی کے سرے پر چپچپا مادہ لگایا جائے تاکہ پانی اس میں داخل نہ ہو سکے؟ کیا ننھے مچھروں میں یہ ذہانت اور صلاحیت ہو سکتی ہے؟ ظاہر ہے چھوٹے مچھر اس طرح کے کام کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے۔ اللہ ہی ہے جس نے یہ نالی بنائی تاکہ وہ سانس لے سکیں اور اس کے سرے پر چپچپا مادہ لگایا تاکہ اس میں پانی داخل نہ ہو پائے۔

جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو اللہ صرف تمہاری ہی نہیں بلکہ ہر جاندار مخلوق کی حفاظت کرتا ہے۔

یہ مت سمجھو کہ کارنامہ ختم ہو گیا۔ یہ ابھی جاری ہے۔

اس دوران چھوٹا مچھر دو مرتبہ اپنی جلد تبدیل کرتا ہے۔ آخر کار یہ بائیں طرف بنی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ ابھی بھی مچھر جیسا نہیں دکھتا، تمہارا کیا خیال ہے؟ مچھر کی زندگی کا

یہ دور پیوپا دور کہلاتا ہے۔ خول کے اندر کی چیز کو کون کہلاتی ہے پھر مچھر پختگی تک پہنچتا ہے اور مچھر کی اصل شکل اختیار کر لیتا ہے۔ وہ اپنے اینٹینا، منہ، پیروں، پروں اور اپنے سر کے بڑے حصے پر مشتمل آنکھوں کے ساتھ اڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

مچھر کوکون سے نکلنے کے بعد پانی پر کھڑا ہے۔ اللہ مچھر کو اس کے چپچپے مادے کے ذریعے جو اس کے پیروں میں لگا ہے ڈوبنے سے بچاتا ہے۔

## مچھر پہلی مرتبہ نمودار ہوتا ہے!

کوکون پہلی مرتبہ سر کی طرف سے پھٹتا ہے۔ خیر مچھر پیدا ہونے سے پہلے بے حد اہم خطرے کا سامنا کرتا ہے۔ کیا ہو اگر کوکون پانی سے بھر جائے اس صورت میں مچھر ڈوب جائے گا۔ بہر حال مچھر کے سر کے حصے میں ایک مخصوص چپچپا مادہ لگا ہوتا ہے جو مچھر کے سر کو پانی سے بچاتا ہے۔

یہ بے حد اہم گھڑی ہوتی ہے کیونکہ مچھر کو ضرور پانی کی سطح پر اپنے پیروں کے کونوں پر کھڑا ہونا پڑتا ہے اور اپنے پروں کو بھیگنے سے بھی بچانا ہوتا ہے حتیٰ کہ ہوا کا ایک خفیف جھونکا بھی مچھر کو پانی میں ڈبکی دے کر ہلاک کر سکتا ہے۔ مچھر اس مرحلے کو خاصی مہارت سے نمٹاتا ہے کیونکہ اس میں یہ صلاحیت اللہ نے رکھی ہے۔

## مچھر کس طرح رات کے وقت تمہیں دیکھنے اور ڈنک مارنے کے قابل ہوتا ہے؟

کیا تم کبھی حیران ہوئے؟ رات کے اندھیرے میں جب تم اپنے بستر پر لیٹے ہو اور تم نے خود کو رضائی سے ڈھکا ہوا ہے صرف تمہارے بازو کا تھوڑا سا حصہ ننگا رہ گیا ہے۔ مچھر گویا رات کے اندھیرے میں آتا ہے وہ تمہارے اس ذرا سے حصے کو بھی دیکھ لیتا ہے اور عین اسی جگہ کاٹ لیتا ہے۔ جبکہ تم رات کے اندھیرے میں کچھ بھی دیکھنے کے قابل نہیں تو بھلا مچھر کس طرح دیکھ

پاتا ہے۔

مچھر جاندار اشیاء سے پھوٹتی حرارت کے ذریعے ان کو دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں جو ایک طرح کی ایسی روشنی ہے جسے ہم دیکھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ چونکہ اس قسم کی نظر روشنی کی محتاج نہیں ہوتی، وہ رات کے اندھیرے میں بھی ہماری خون کی شریانیں دیکھ لیتے ہیں۔

یہ ایک منفرد صلاحیت ہے۔ اسی کی بدولت سائنسدانوں نے ایک کیمرہ ایجاد کیا ہے جو کہ حرارت کے ذریعے تصویر کو گرفت میں لے آتا ہے۔ یہاں تک کہ اندھیرے میں بھی یہ کیمرہ اردگرد کی تصویر ایسے کھینچتا ہے جیسے ہر طرف دن کی روشنی ہو۔ کیا تم لوگوں کو مچھر کی نقل کرتے ہوئے تصور کر سکتے ہو؟ کیا ایک مچھر کے پاس انسان سے زیادہ علم ہو سکتا ہے خاص طور پر کیا وہ ایک سائنسدان سے زیادہ علم رکھ سکتا ہے؟ یقیناً نہیں! اللہ نے مچھر کو غیر معمولی صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ لوگ ان غیر معمولی صلاحیتوں سے مرعوب ہو کر ان کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہوں نے پرندے کی نقل کرتے ہوئے ہوائی جہاز ایجاد کیا ہے۔ انسانوں نے فطرت کی اور بہت سی اشیاء کی نقل کی ہے۔ ابھی ہم مچھر کے کارنامے کو جاری رکھیں گے۔

## مصروفِ کار مچھر!

مچھر کے خون چوسنے کا عمل اس قدر پیچیدہ ہے کہ یہ لوگوں کو حیران کر دیتا ہے۔

پہلے مچھر ایک ہدف جیسے کہ تمہاری بازو پر اترتا ہے۔ پھر اپنی سوئی جیسی نالی سے اپنے لئے

مچھر اردگرد کے لوگوں کو ان کے حرارتی خاکوں کی وجہ سے دیکھتے ہیں۔ مچھر کچھ اس طرح سے لوگوں کے گروہ کو دیکھ پاتا ہے اور پھر اپنا نشانہ منتخب کرتا ہے۔

مناسب جگہ منتخب کرتا ہے۔ مچھر کی سوئی سرنج کی طرح ہوتی ہے اور حفاظت کے لئے اس پر ایک غلاف ہوتا ہے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ مچھر جلد کو اپنی سوئی کے ذریعے چھیدتا ہے جبکہ مچھر اس کے لئے ایک مختلف طریقہ کا استعمال کرتا ہے۔ وہ اپنے نچلے جبڑے کو آری کی طرح آگے پیچھے کرتا ہے اور نچلے جبڑے کی مدد سے جلد کو کاٹتا ہے۔ اس کٹے حصے میں وہ اپنی سوئی ڈالتا ہے اور جب سوئی خون کی شریان تک پہنچتی ہے یہ خون پینا شروع کر دیتا ہے۔

## ڈاکٹر مچھر!

یہاں تم کہہ سکتے ہو کہ بھلا مچھر بھی کبھی ڈاکٹر بن سکتے ہیں؟ اس صفحہ کو پڑھنے کے بعد تم کہو گے یہ یقیناً ڈاکٹر ہی ہیں۔

جب تمہاری جلد پر زخم ہوتا ہے تھوڑی دیر بعد خون خود بخود بہنا بند ہو جاتا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ خون کے اندر جم جانے کی صلاحیت ہے سو وہ بہنا بند کر دیتا ہے۔ اللہ نے انسانوں کی حفاظت کے لئے خون میں یہ خصوصیت پیدا کی ہے۔ اگر خون خود بخود جمنے کی صلاحیت نہ رکھتا تو انگلی پر ذرا سے گھاؤ یا دوڑتے وقت گر کر لگے ہوئے زخم سے تم ہلاک ہو سکتے تھے اس صورت میں کہ تم بہتے ہوئے خون کو روکنے کے قابل ہی نہ ہوتے۔

یہ بات لازماً ہمارے فائدے کی ہے۔ بہرحال مچھر اس بات سے ناخوش ہو سکتا ہے کہ جیسے ہی وہ خون چوسنا شروع کرے خون گاڑھا ہو کر اس کی نالی میں جانے سے انکار کر دے۔ اگر اس طرح ہوتا تو مچھر کی نسل نہ بچتی کیونکہ اس طرح سے ان کے انڈوں کو پروٹین نہ ملتی۔ پھر سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ نے مچھر کو ایسی صلاحیت سے نوازا ہے جو اس عمل کے دوران بے حد صحیح کام کرتی ہے۔ کیسے؟ اس سے پہلے کہ مچھر خون چوسنا شروع کرے یہ اس حملہ زدہ انسان کی خون کی شریانوں میں اللہ کی طرف سے دیا گیا ایک مخصوص مادہ خارج کرتا ہے۔ اس طرح سے اس حصے کا خون جمنے نہیں پاتا اور مچھر اسے بخوبی چوس لیتا ہے۔

یہ مادہ ایک اور منفرد خصوصیت رکھتا ہے۔ جب مچھر یہ سب کر گزرتا ہے یہ مادہ مچھر کے لگائے گھاؤ کو بھر دیتا ہے اور تم اسے محسوس بھی نہیں کر پاتے۔ یہ مادہ ایک طرح کی جلد کو سن کر دینے والی دوا (anaesthesia) کی طرح ہے جو ڈینٹسٹ اور سرجن استعمال کرتے ہیں۔ ایک ایسی دوا جو ڈاکٹر تمہیں لگاتے ہیں تا کہ تم درد محسوس نہ کر سکو اور تم نہیں کرتے۔ تم نے دیکھا مچھر ایک ڈاکٹر کی طرح کام کرتا ہے۔ پہلے یہ سُن کرتا ہے اور پھر کاٹتا ہے۔

مچھر کے کاٹ لینے کے بعد تمہیں بے حد معمولی جلن اور سوجن کا احساس ہوتا ہے اس جلن اور سوجن کی وجہ یہی مادہ ہے۔

تم سوچ سکتے ہو کہ یہ تمام کام کافی وقت لیتا ہوگا۔ مچھر جبکہ یہ سب کچھ بے حد مختصر وقفے میں کر گزرتا ہے۔ جب تک تم اس کے کاٹنے کو محسوس کرتے ہو یہ اپنا کام ختم کر کے اپنے آلات سمیٹ چکا ہوتا ہے۔

اب آؤ مل کر غور کریں۔ مچھر ایک پنسل کی نوک کے برابر ہوتا ہے لیکن کام جو وہ نمٹاتا ہے بے حد اہم اور پیچیدہ ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ مچھر کے لئے اس سارے عمل پر غور کرنا ممکن ہے؟ انسانی خون کے بہاؤ کو روکنا، کاٹنے والی جگہ کو سن کرنا تا کہ درد نہ ہو، آنکھوں کو اس طرح تشکیل دینا کہ وہ رات میں بھی دیکھ سکیں، انڈوں کو بیڑے کی شکل میں ترتیب دینا تا کہ وہ ڈوبنے سے محفوظ رہ سکیں یہ ان میں سے ایک بھی چیز ایجاد نہیں کر سکتا۔ ٹھیک ہے نا؟

اللہ نے ہر جاندار کو مناسب خصوصیات کے ساتھ پیدا کیا ہے تا کہ وہ خود کا بچاؤ کر سکے، خود کو خوراک مہیا کر سکے اور زندہ رہ سکے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کس قدر خیال رکھنے والا، رحم کرنے والا اور حفاظت کرنے والا ہے۔ اگر مثال کے طور پر ایک مچھر خود کو زندہ رکھ سکتا ہے تو یہ اسی لئے ہے کہ اللہ اس کی حفاظت کر رہا ہے۔

اللہ نہ کسی چیز کو نظر انداز کرتا ہے اور نہ ہی اسے بھولتا ہے۔ اس لئے ہر وہ چیز جو مچھر کو چاہیے مکمل ہے۔ کہیں کوئی کمی نہیں ہے۔

تم اس تصویر میں وہ عمل دیکھ سکتے ہو جو مچھر اپنے کاٹنے کے دوران جاری رکھتا ہے۔ مچھر خوراک کے طور پر خون نہیں پیتا۔ یہ صرف اپنے انڈوں کو خوراک دینے کے لئے خون چوستا ہے۔ مزید یہ کہ مچھر کے اس سارے عمل کے دوران تم کچھ محسوس نہیں کر پاتے کیونکہ گھاؤ زدہ حصے پر مچھر سن کر دینے والا مادہ لگاتا ہے۔
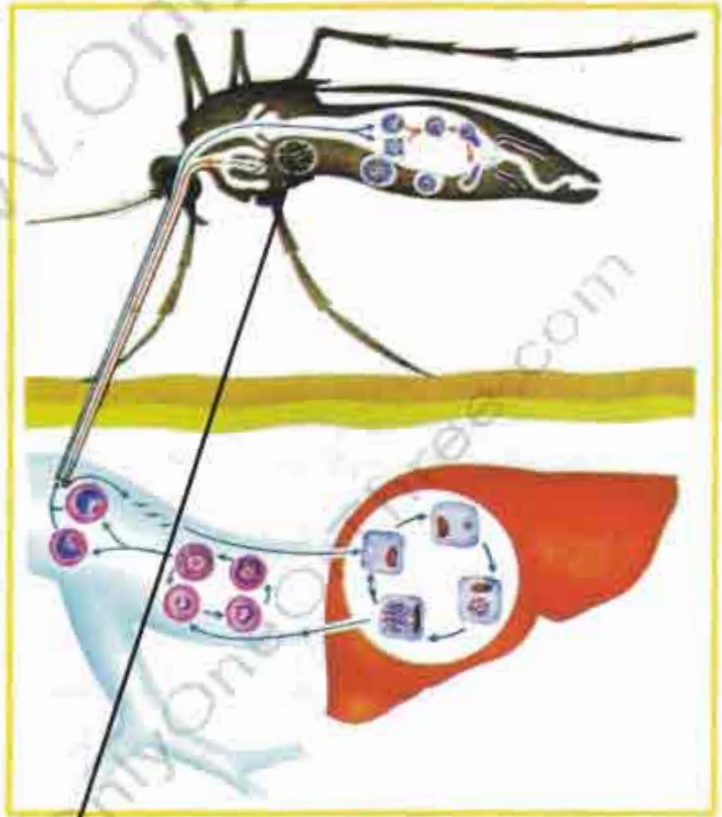
مادہ مچھر اپنے اندر انڈوں کو چوسے ہوئے خون کے ذریعے خوراک مہیا کرتی ہے۔

# مکھی زمین کی سب سے بہترین ہوائی مخلوق ہے

اب تک ہم نے مچھر کی مخصوص صفات کا ذکر کیا۔ درحقیقت تمام کیڑے مکوڑے جنہیں ہم اپنے اردگرد دیکھتے ہیں دلچسپ خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر مکھیاں پیدا ہوتے ہی شاندار طریقے سے اڑنے کے قابل ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اڑتی ہوئی مکھیاں بہترین صلاحیتوں کی حامل مخلوق ہیں۔

ایک مکھی ایک سیکنڈ کے دوران ۵۰۰ سے ۱۰۰۰ مرتبہ اپنے پروں کو لہرا سکتی ہے۔ وقت جو ہم نے پیش کیا گھنٹوں میں نہیں، نہ ہی منٹوں میں ہے بلکہ یہ صرف ایک سیکنڈ کا معاملہ ہے۔ یہ تقریباً اتنا ہی وقت ہے جتنے میں تم ایک مرتبہ اپنی آنکھیں جھپکاتے ہو۔ دیکھو جتنی دیر میں تم اپنی آنکھیں ایک مرتبہ بند کر کے کھولتے ہو مکھی اپنے پروں کو کم از کم ۵۰۰ مرتبہ لہرا چکی ہوتی ہے۔

اب مندرجہ ذیل پر غور کرو: تم کیا کرو گے اگر تمہیں ۵۰۰ مرتبہ کی بجائے صرف دس مرتبہ اپنے بازو لہرانے کے لئے کہا جائے؟ بے شک تمہارے پٹھوں کی مخصوص ساخت کی بدولت تمہارے لئے ۵۰۰ مرتبہ یہ کرنا ناممکن ہوگا۔ مکھی اپنے غیر معمولی پٹھوں کے ذریعے یہ عمل کرتی ہے جو نہ تو تم نہ ہی پختہ عمر کے لوگ کر سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ مکھیاں اپنے پروں کو لہرانے میں کوئی مشکل محسوس نہیں کرتیں ان کے پروں کے پٹھے بالکل نہیں تھکتے۔ یہ اسی وجہ سے ہے کہ اللہ نے انہیں ایک شاندار نظام عطا کیا ہے۔

اگر تم نے مکھی کو اڑان بھرتے وقت غور سے دیکھا ہو تو تم یہ جانتے ہو گے کہ اسے ایسا کرنے میں کوئی مشکل درپیش نہیں آتی ہو سکتا ہے کہ یہ بات تمہارے لیے قطعاً حیران کن نہ ہو اور تم اسے کوئی اہمیت نہ دو۔ حالانکہ یہ اڑان بے حد اہم اور مشکل ہے۔

تمہیں ہوائی جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کے بارے میں کافی کچھ پتہ ہوگا۔ اچھا کیا تم
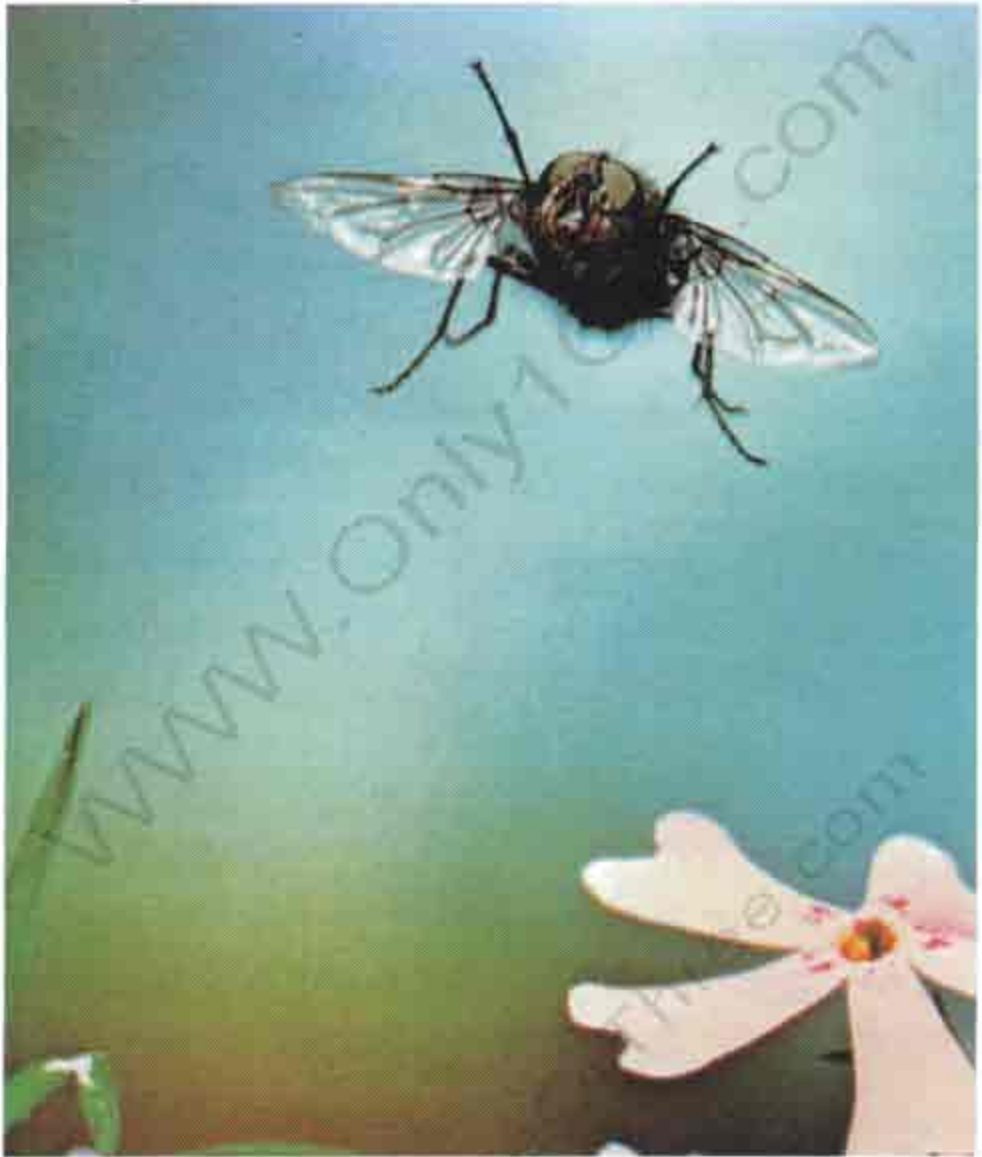
جانتے ہو کہ ان کے استعمال تک پہنچنے میں انسان کو کتنا عرصہ لگا؟ مشینیں جو آج اڑان کے قابل ہیں فقط پچھلی صدی ہی میں متعارف ہوئی ہیں۔ اس کا مطلب ہے سو سال پیشتر ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹرز موجود نہ تھے جیسا کہ آج ہیں۔ انجینئروں اور تکنیکی ماہرین نے ایک لمبے عرصے تک تحقیق کی اور بہت سالوں تک محنت کی تب جا کے کچھ عرصہ پیشتر ان مشینوں کو ایجاد کر سکے۔ دیکھو یہ بے حد اہم ہے: آج وہ مشینیں جو اڑ سکتی ہیں ان میں سے کسی میں بھی اڑان بھرنے کی مکھی جیسی مکمل

صلاحیت نہیں ہے۔ یہ قابلیت کسی حد تک ہیلی کاپٹر میں پائی جاتی ہے۔ پھر بھی ان ساری طویل کوششوں اور جدید طرز کے مضبوط انجنوں کے باوجود بھی ان میں اڑنے کی مکھی جیسی مکمل با کمال صلاحیت نہیں ہے۔

اب اپنے سامنے آنے والی پہلی مکھی کا جائزہ لو۔ دیکھو کہ تم نے کیا محسوس کیا ہے؟ تم خاص طور پر یہ محسوس کرو گے کہ مکھی ناک کی سیدھ میں نہیں اڑتی۔ مکھی کسی بھی پسندیدہ فاصلے کے لئے بڑی عیاری سے اڑان بھر سکتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ زگ زیگ طریقے سے اڑ سکتی ہے اور اچانک موڑ کاٹنے کے قابل بھی ہو سکتی ہے۔ یہ کسی بھی سطح پر اتر سکتی ہے چاہے وہ کیسی ہی ناموزوں ہو۔ یہاں تک کہ یہ چھتوں اور عمودی دیواروں پر بھی سہولت سے اتر سکتی ہے۔

کوئی بھی مشین جو اڑ سکتی ہے اس سارے عمل کو کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ کوشش کر کے اپنے دماغ میں ایک مکھی اور ایک جہاز کے اڑان بھرنے کے منظر کا تصور لاؤ اور فیصلہ کرو کہ کون زیادہ کامیاب ہے۔

اب تم یہ سوال اٹھا سکتے ہو۔ مکھی کو یہ سب حرکات کون سکھاتا ہے؟ اور ایک بار پھر ہم یہاں اللہ کی موجودگی کو محسوس کر سکتے ہیں جو سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ اللہ ہی ہے جس نے مکھی کو اڑنے کی ایسی کامل صلاحیت بخشی ہے۔

جب اڑنے پر آئیں تو ہیلی کاپٹر بھی جو انسان نے بے حد جدید ٹیکنالوجی سے تیار کئے ہیں مکھی جتنے کامیاب نہیں ہو سکتے۔

# انوکھی اور ننھی مخلوق جو شہد پیدا کرتی ہے

کیا تم جانتے ہو تمہارے ناشتے کی میز پر رکھا شہد کون بناتا ہے؟

تم شاید جواب دو گے، ہاں ہم سب جانتے ہیں کہ شہد کی مکھی شہد تیار کرتی ہے۔ اچھا کیا تمہیں معلوم ہے مکھی کو پیدا ہونے سے مرنے تک کتنا کام کرنا پڑتا ہے یا یہ کہ مکھیاں کتنی تخی اور ذہین ہوتی ہیں؟ آؤ مل کر دیکھتے ہیں کہ اللہ نے شہد کی مکھیوں کو کیسے بنایا ہے......

ایک چھتے میں ایک ملکہ مکھی، چند سو نر مکھیاں اور ہزاروں کی تعداد میں بانجھ کارکن مکھیوں کی طاقت کارہوتی ہے۔ (چھتے میں مکھیوں کی تعداد تقریباً ۸۰۰۰۰ تک پہنچتی ہے) کارکن مکھیاں چھتے کے اندر کی تمام سرگرمیاں نمٹاتی ہیں۔ کارکن مکھیوں کے کچھ فرائض مندرجہ ذیل ہیں:

شہد کا چھتہ بنانا، چھتے کی صفائی اور حفاظت، ملکہ مکھی اور نر مکھیوں کو خوراک دینا، شہد کی مکھیوں کے لاروؤں کی دیکھ بھال کرنا اور انہیں شاہی رس (royal jelly)، شہد اور زرگل (pollen) کھلانا، انڈوں کے لئے خانے بنانا تاکہ ان کی نشوونما ہو سکے، ان خانوں کی صفائی، چھتے کے اندر حرارت اور نمی کا توازن رکھنا، رس، زرگل، پانی اور گوند اکٹھا کرنا۔

ہم نے پہلے مچھر کی زندگی کی کہانی کا ذکر کیا تھا۔ آؤ اب مل کر یہ دیکھیں کہ کارکن مکھی کس طرح کی زندگی گزارتی ہے۔

ایک کارکن مکھی ۴ سے ۶ ہفتے تک زندہ رہتی ہے۔ پیدائش کے تین ہفتے بعد تک یہ چھتے کے اندر رہتی ہے۔ اس کا پہلا کام نشوونما پانے والی مکھیوں کی دیکھ بھال ہوتا ہے۔ یہ نوزائیدہ مکھیوں خوراک کے ذخیرے سے شہد اور زرگل کھلاتی ہے۔

جب کارکن مکھی ۱۲ دنوں کی ہو جاتی ہے اچانک اس کے جسم میں موم بننا شروع ہو جاتا ہے۔ موم شہد کی مکھیوں کے لئے بے حد اہم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ شہد کی مکھیاں موم سے شہد کا چھتہ بناتی ہیں۔ صفحہ الٹانے پر آپ شہد کے چھتے کی تصویر دیکھیں گے۔
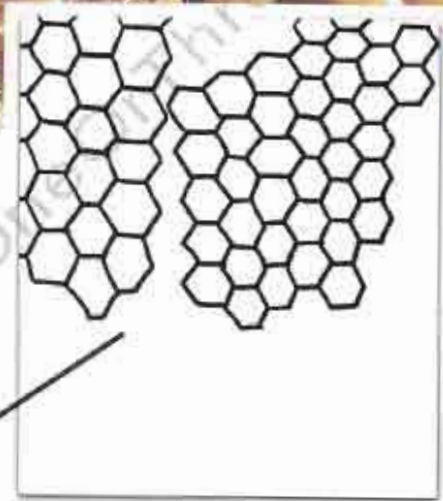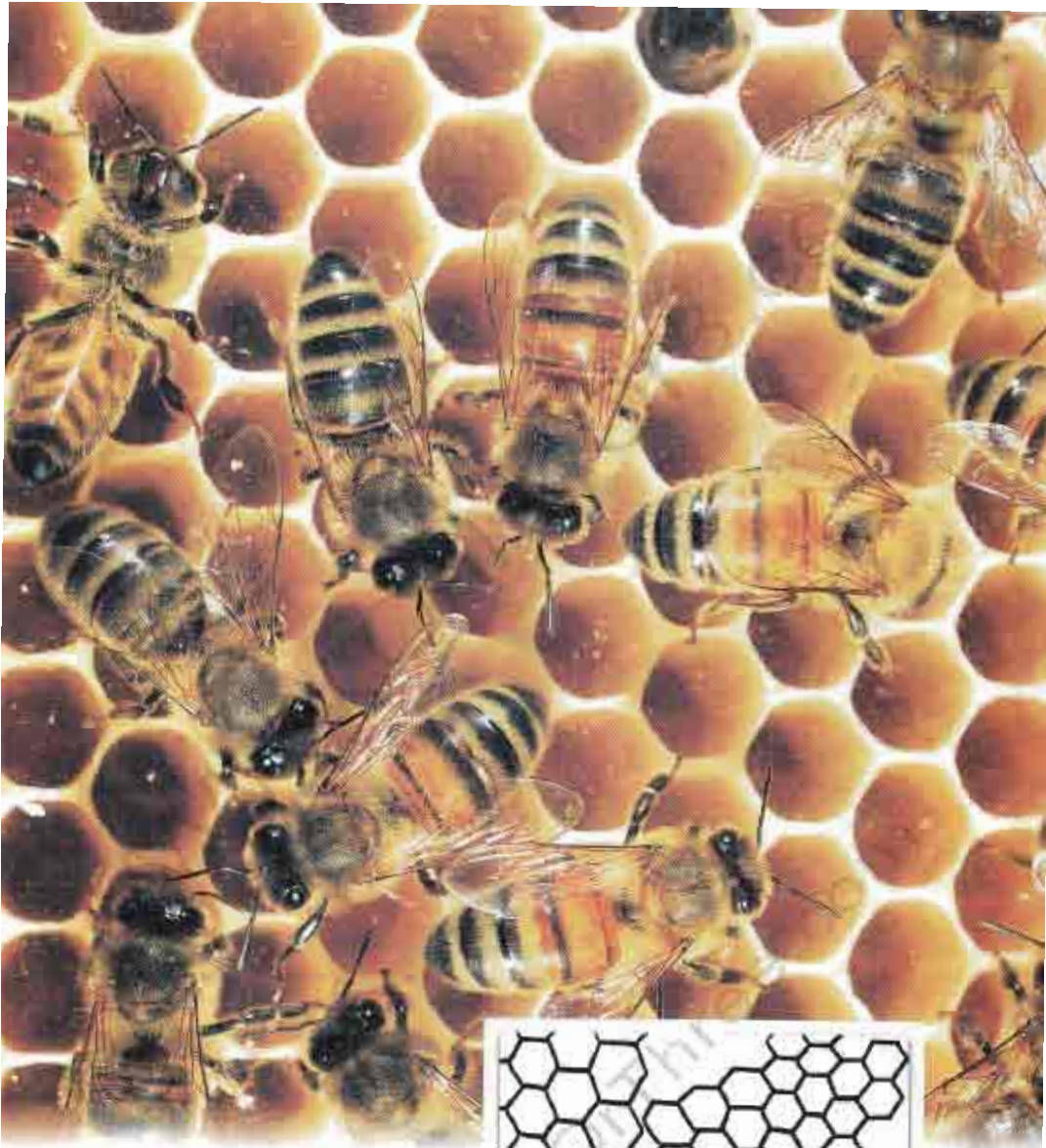
ہاتھ سے کاغذ پر بنایا ہوا
شہد کا چھتہ کبھی بھی اتنا
کامل نہیں ہوسکتا۔

کیا یہ صفائی سے نہیں بنایا گیا؟ کیا تم پیمانے کے بغیر ایسی شش پہلو اشکال ساتھ ساتھ جوڑ کر بنا سکتے ہو؟ مزید دیکھنے کے لیے ایک سادہ کاغذ کا ٹکڑا لو اور اس کی ایک طرف سے شش پہلو اشکال جوڑنا شروع کرو جب کہ دوسرے سرے پر تمہارا دوست یہی عمل شروع کرے۔ کیا تم صفحے کے درمیان خالی جگہ چھوڑے بغیر صفائی کے ساتھ شہد کے چھتے کی شکل بنا سکتے ہو؟ تم اس قابل نہیں ہو، ہے نا؟ یہ ایک ایسا کام ہے جو بڑے بھی نہیں کر سکتے۔ تمہارے اساتذہ، تمہارے والدین حتیٰ کہ ان کے والدین بھی یہ کام کرنے کے قابل نہیں ہونگے۔ یہ کام کرنے کے لئے تمہیں خاص آلات کی اور پیچیدہ پیمائشوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جبکہ شہد کی مکھی ۱۲ دن کی عمر میں ہی ایک باکمال شہد کا چھتہ تیار کر سکتی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کام کو وہ بغیر آلات کے سرانجام دیتی ہے۔

تمام شہد کی مکھیاں شش پہلو خانوں والا شہد کا چھتہ کناروں سے تیار کرنا شروع کرتی ہیں اور درمیان میں آ کر ملتی ہیں۔ تم نے اکثر خیال کیا ہوگا کہ شہد کے چھتوں کی اونچائی ایک ہی جیسی ہوتی ہے۔ کس طرح شہد کی مکھی ایک ایسا کام سرانجام دیتی ہے جو انسان بھی نہیں دے سکتے اور وہ بھی ایسی عمدگی سے؟ دیکھو یہ اللہ ہی ہے جو شہد کی مکھی سے یہ سب کرواتا ہے۔ اللہ نے شہد کی مکھی کو اس صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

کارکن مکھی کی ذمہ داریاں صرف اتنی ہی نہیں ہیں۔ جب تک اس کی عمر تین ہفتے نہیں ہو جاتی اس کے فرائض میں چھتے میں زرگل اور قند (royal jelly) کا ذخیرہ کرنا، چھتے کو صاف رکھنا اور مردہ مکھیوں اور کوڑا کرکٹ کو چھتے سے باہر پھینکنا شامل ہے۔ تین ہفتہ فرائض کے آخری مرحلے میں یہ اپنا آخری کام یعنی ایک نگران کی حیثیت سے چھتے کی حفاظت کرتی ہیں اور اسے دشمنوں سے محفوظ رکھتی ہیں۔ جب تین ہفتے کا دورانیہ ختم ہو جاتا ہے مکھی قند (royal jelly)، زرگل اور پانی جمع کرنے کی ماہر ہو جاتی ہے۔

کارکن مکھی اگلے دو تین ہفتے تک مسلسل کام سے تھک جاتی ہے اور مر جاتی ہے۔

اپنی مختصر زندگیوں کے دوران مکھیاں بغیر رکے کام کرتی ہیں۔ ساتھ ہی یہ کہ انہیں اپنے کام کے لئے کہیں سے تربیت نہیں ملتی۔ وہ پیدائش کے بعد سیدھے کام پر جت جاتی ہیں۔ ذرا سوچو ایک نوزائیدہ بچہ اپنے بستر سے اٹھ کر بستر درست کرے، نہائے دھوئے اور پھر دوسرے بچوں کی دیکھ بھال شروع کر دے، انہیں نہلائے، کھلائے پلائے اور کپڑے بدلوائے۔ کیا یہ ناممکن نہیں لگتا۔ ہاں شہد کی مکھیاں یہی ناممکن کام کرتی ہیں کیونکہ اللہ نے انہیں ان صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

## رقاصہ شہد کی مکھیاں:

کیا کبھی تمہیں کسی نے بتایا کہ شہد کی مکھیاں رقص کرتی ہیں؟ کچھ مکھیاں چھتے سے باہر ذریعہ خوراک کی تلاش کرتی ہیں۔ سارا دن اڑتے رہنے کے بعد وہ اپنا علیحدہ ذریعہ خوراک ڈھونڈ نکالتی ہیں اور اپنے ساتھ جتنی ممکن ہو قند (royal jelly) لے کر چھتے میں واپس آ جاتی ہیں۔ وہاں ابھی اور بھی قند (royal jelly) موجود ہوتی ہے لیکن شہد کی مکھی اسے دوسری مکھیوں کی مدد کے بغیر اکیلے نہیں لے جا سکتی۔ مخبر مکھی ذریعہ خوراک کی جگہ اپنے ذہن میں بٹھا لیتی ہے اور اپنی دوستوں کو اکٹھا کرنے کے لئے فوری طور پر واپس چھتے میں آ جاتی ہے۔ یہ چھتے پر آ کر 8 کے ہندسے سے ملتی

8 کے ہندسے سے ملتی جلتی حرکات کے ذریعے شہد کی مکھیوں کا رقص۔ ان کے رقص کا ایک مقصد ہے: اپنی ساتھی کارکن کو ذریعہ خوراک کی جگہ کے متعلق بتانا۔
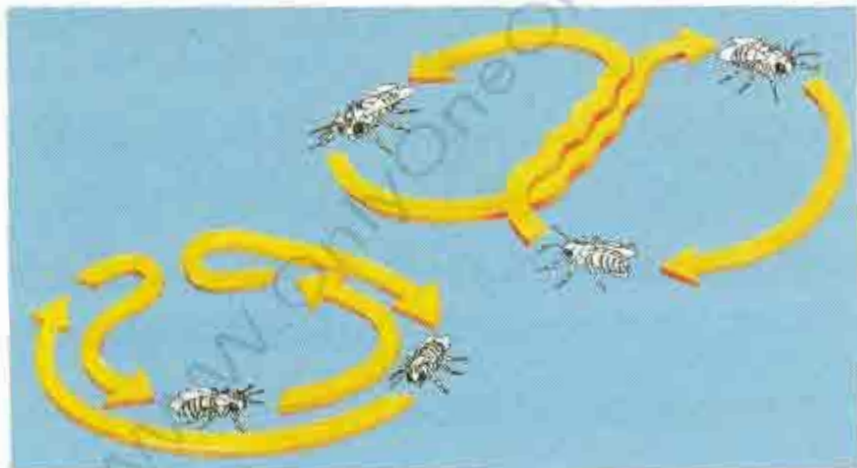
جلتی حرکت کرتی ہے۔ جتنی مرتبہ مکھی گھوم کر پیٹ ہلاتی ہے اس کا مقصد چھتے سے ذریعہ خوراک کی دوری کا اشارہ دینا ہوتا ہے۔ رقص کے اختتام پر دوسری مکھیاں ذریعہ خوراک کی جائے وقوع سمجھ لیتی ہیں اور فوراً ان پھولوں کی طرف روانہ ہوجاتی ہیں جو ان کا نیا ذریعہ خوراک ہوتے ہیں۔

تم کیا سمجھتے ہو کہ ننھی مکھیوں نے رقص کے ذریعے پیغام رسانی کہاں سے سیکھا ہوگا؟ یقیناً وہ جس نے انہیں علم دیا ان کا خالق اور محافظ اللہ ہے۔

## کیا تم جانتے ہو مکھیاں ہمارے لئے بھی شہد بناتی ہیں؟

مکھیاں اپنی ضرورت سے کہیں زیادہ شہد پیدا کرتی ہیں۔ جیسا کہ تم جانتے ہو شہد کی مکھیاں اپنے پیٹ میں شہد بناتی ہیں۔ ان کے چھوٹے جسم جو شہد بناتے ہیں وہ نہ صرف ان کے بلکہ لوگوں کے لئے بھی کافی ہوتا ہے۔

مگر مکھیاں اتنی سخی کیوں ہوتی ہیں؟ وہ ہماری ضرورت کا خیال کرنے کی بجائے صرف اپنے لئے شہد کیوں نہیں پیدا کرتیں؟ شہد لوگوں کے لئے بے حد مقوی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے مکھیوں کو شہد بنانے جیسی صلاحیت دے کر پیدا کیا اور انہیں حکم دیا کہ اسے کافی زیادہ مقدار میں پیدا کریں۔ اللہ قرآن کی ایک آیت میں فرماتا ہے:

مکھیاں شہد کو خانوں میں جمع کرتی ہیں جو بے حد عمدگی سے بنے ہوتے ہیں۔ یہ شہد کی مکھی کا حیران کن چھتا ہے۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنا لے اور درختوں میں (بھی) اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں۔ پھر ہر قسم کے پھلوں سے چوستی پھر، پھر اپنے رب کے رستوں میں چل جو آسان ہیں، اس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں کہ اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے، اس میں (بھی) ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سوچتے ہیں۔ (سورۃ النحل: ٦٩-٦٨)

# مسحور کن مخلوقات

اب تک ہم نے تمہیں صرف ان مخلوقات کے بارے میں بتایا ہے جو تم اپنے اردگرد دیکھتے ہو۔ حالانکہ کچھ ایسی مخلوقات بھی ہیں جو ہم عام طور پر اپنے اردگرد نہیں دیکھتے لیکن صرف کتابوں اور ٹی وی کے ذریعے ان کو جانتے ہیں۔ ان مخلوقات میں بھی کچھ مخصوص صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ ہم اب تمہیں ان میں سے کچھ کے بارے میں بتائیں گے۔ ان سب کے متعلق غور سے پڑھو کیونکہ اس دوران تم ایک طرف تو بے حد حیران ہو گے دوسری طرف تم کہہ اٹھو گے کہ اللہ نے انہیں کیسے عجیب وغریب انداز میں تخلیق کیا ہے۔

## پنگوئن قطب جنوبی میں واقع برفیلے براعظم پر کیسے رہتے ہیں؟

پنگوئن ہمارے سیارے کے قطبی علاقے میں رہتے ہیں۔ قطبی علاقے کی منفرد خصوصیت یہاں کی حیران کن سردی ہے اور یہ جگہ ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہے۔ موسم بے حد سرد ہوتا ہے یہاں تک کہ سمندر کی سطح پر گلیشیئر بن جاتے ہیں۔ اب غور کرو کہ کتنی سردی لگتی ہے جب تم سرما میں برف سے کھیلنے کے لئے باہر جاتے ہو۔ تم سویٹر، کوٹ، ٹوپی، دستانے اور مفلر کے باوجود ٹھنڈ محسوس کرتے ہو۔ جب تم برف کے گولوں سے کھیلتے ہو تو درجہ حرارت شاید صفر درجہ سینٹی گریڈ (۵۰ درجے فارن ہائیٹ) سے دس درجے کم ہوتا ہو۔ پینگوئن ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں درجہ حرارت منفی ۴۰ درجے سینٹی گریڈ (۱۰۴ درجے فارن ہائیٹ) تک گر جاتا ہے۔

مزید یہ کہ پینگوئن کے پاس کوٹ، سویٹر اور دستانے بھی نہیں ہوتے اور وہ ایسی جگہ پر رہتے ہیں جہاں ہمارے مقابلے میں بہت زیادہ سردی پڑتی ہے۔ وہ جوتوں کے بغیر برف پر چلتے ہیں اور بیمار بھی نہیں ہوتے۔ ان کے پاس گھر نہیں ہوتے۔ وہ برف پر سوتے ہیں۔ اگر تمہیں صرف چند منٹوں کے لئے برف پر لیٹنا پڑے تم سخت بیمار پڑ جاؤ۔ لیکن پینگوئن کو کچھ نہیں ہوتا آخر کیوں؟

یہ اس لئے ہے کہ اللہ نے انہیں اس طرح بنایا ہے کہ وہ ایسے برف زدہ ماحول میں بھی رہ سکتے ہیں۔ پینگوئن میں پائی جانے والی خصوصیات اور ان کے جسم ہم سے بے حد مختلف ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ سرد ترین موسم میں بھی بغیر کسی مشکل کے رہ لیتے ہیں۔

اللہ نے پینگوئن کے جسم کو چربی کی موٹی تہہ سے ڈھک رکھا ہے تاکہ وہ سردی محسوس نہ کریں۔ چربی کی تہہ انہیں سردی محسوس کرنے سے روکتی ہے اور فر کا کام دیتی ہے۔ ہمارے جسموں کے گرد چربی کی تہہ مقابلتاً پتلی ہوتی ہے اسی وجہ سے ہمیں جلدی سردی لگتی ہے۔ اسی لئے ہمیں سردی کے موسم میں موٹے کپڑے پہننا پڑتے ہیں۔

پینگوئن اپنے انڈوں اور بچوں سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں۔ پینگوئن سرد ترین موسم کے دوران اپنے انڈوں کو سیتے ہیں۔ دوسرے جانداروں کے برعکس پینگوئن کے ہاں انڈے سینے کا کام مادہ کی بجائے نر سرانجام دیتا ہے۔ مادہ پینگوئن ایک انڈہ دیتی ہے اور اسے نر پینگوئن کے لئے چھوڑ دیتی ہے۔ وہ اپنے خاوند اور بچے کو خوراک مہیا کرنے کے لئے دور دراز علاقوں میں نکل جاتی ہے۔ چونکہ آس پاس کا علاقہ تمام کا تمام برف سے ڈھکا ہوتا ہے خوراک کے لئے اسے دور دراز کا سفر کرنا پڑتا ہے۔

نر پینگوئن چار ماہ تک انڈے کو سیتا ہے۔ پینگوئن انڈے کو اپنے پیروں کے درمیان چار ماہ تک جکڑے رہتا ہے اور اس دوران ایک مرتبہ بھی اسے زمین پر نہیں رکھتا۔ اگر وہ ایسا کرے تو چند منٹ کے اندر اندر انڈہ برف سے جم کر مر جائے۔

نر پینگوئن اتنا صبر والا ہوتا ہے کہ چار ماہ تک انڈہ اپنے پیروں کے درمیان لئے پھرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شکار کے لئے نہیں جا پاتا لہٰذا بھوکا رہتا ہے۔ موسم بہت سرد ہوتا ہے۔ جب موسم ناقابل برداشت حد تک سرد ہو جاتا ہے تمام نر پینگوئن اکٹھے ہو جاتے ہیں چاہے وہ پیروں کے درمیان انڈے ہی دبائے ہوئے ہوں۔ وہ ایک دوسرے کے اس طرح قریب

آجاتے ہیں کہ ایک دائرہ سا بن جاتا
ہے اور اس طرح سے وہ ایک دوسرے
کو گرم کرتے ہیں۔

وہ مسلسل جگہیں تبدیل کرتے رہتے ہیں
تاکہ دائرے سے باہر والے پینگوئن بھی گرم ہوسکیں۔

جب انڈے سینے کا عمل تقریباً مکمل ہو جاتا ہے
ماں پینگوئن شکار سے لوٹ آتی ہے۔ وہ بچے کو خوراک
کھلاتی ہے جو اس نے اپنے حلق میں جمع کر رکھی ہوتی ہے
بچے کو جم جانے سے بچانے کے لئے ماں اور باپ پینگوئن اسے اپنے پیروں کے درمیان
رکھتے ہیں اور اپنے پیٹ پر لگی فر کے ذریعے اسے گرم کرتے ہیں۔ جیسا کہ تم نے دیکھا اللہ
نے اس مخلوق کو بھی عمدہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اللہ نے
پینگوئن کو ایسا جسم دیا ہے جو اسے سردی سے بچاتا ہے اور
ساتھ ساتھ اسے بے حد عقیدت پسند بھی بنایا ہے۔
کیونکہ وہ انتہائی جانثاری کے جذبے سے سرشار ہوتے
ہیں لہٰذا اپنے بچوں کی شاندار طریقے سے دیکھ بھال
کرتے ہیں۔ پینگوئن کو یہ خصوصیت لاکھوں سال قبل عطا
کی گئی تھی۔ آج تک پینگوئن جو گزر چکے ہیں اور جو زندہ ہیں
ان کی عقیدت پسندی میں ذرا برابر بھی فرق نہیں آیا ہے۔

# اونٹ جو اپنی پشت پر پانی کا ٹینک اٹھائے پھرتے ہیں

کچھ دیر پہلے ہی ہم نے پینگوئن کا ذکر کیا جو زمین کے سرد ترین حصے میں رہتے ہیں اور کس طرح اللہ نے انہیں ان کے ماحول کے عین مطابق پیدا کیا ہے۔ دوسری طرف اونٹ ایسے جانور ہیں جنہیں گرم ترین موسم برداشت کرنے کے لحاظ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اونٹ عام طور پر صحرا میں سواری کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ صحرا ریت کے وسیع علاقے ہوتے ہیں جہاں درجہ حرارت ۵۰ درجہ سینٹی گریڈ (۱۲۲ درجہ فارن ہائیٹ) تک بڑھ جاتا ہے۔

تمہیں ۳۰ درجہ سینٹی گریڈ تک تو تجربہ ہوگا ہی۔ حتی کہ اس درجہ حرارت میں بھی تم باہر کھیلتے ہوئے تھک جاتے ہو اور پیاس محسوس کرتے ہو۔

اونٹ ۵۰ درجہ سینٹی گریڈ (۱۲۲ فارن ہائیٹ) میں بھی میلوں سفر کر سکتے ہیں۔ دنوں پانی کے بغیر رہ سکتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ نے ان کا جسم ہم سے بے حد مختلف بنایا ہے۔ اونٹ جو پانی پیتے ہیں کافی عرصہ کے لئے اپنے اندر جمع کر لیتے ہیں اور اس سے اپنی پیاس بجھاتے رہتے ہیں۔

خوراک بھی صحرا میں ایک مسئلہ بن جاتی ہے چونکہ صحرا ایک خشک زمین ہے

اور یہاں سبزہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں صرف کیکٹس اور دوسرے کانٹوں بھرے پودے ہوتے ہیں۔ اونٹ کے منہ اور ہونٹ بے حد سخت ہوتے ہیں یہاں تک کہ اس کے کانٹے سے ایک جوتے کے تلے میں بھی سوراخ ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کانٹے کھا کر بھی بڑی آسانی سے بھوک مٹا لیتا ہے۔

اسی طرح سے اونٹ کی جلد کو ڈھکنے والے بال اسے نا قابل برداشت گرمی سے بچاتے ہیں۔ اللہ نے اونٹ کے پاؤں اس وجہ سے چوڑے بنائے ہیں کہ انہیں ہمیشہ صحرا کی ریت پر چلنا ہوتا ہے۔ اپنی چوڑائی کی وجہ سے اونٹ کے پاؤں ریت میں نہیں دھنستے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے اونٹ کے پیروں کی نچلی جلد بڑی موٹی بنائی ہے۔ اس طرح سے اس کے پیروں کے تلوے کبھی نہیں جلتے۔

صحرا میں اکثر صحرائی طوفان کا سامنا رہتا ہے کیا کبھی تم نے ساحل کی تیز ہوا دیکھی ہے؟ تم ریت پڑ جانے کے خوف سے اپنی آنکھیں کھلی نہیں رکھ سکتے۔ اگر یہ ہوا تھوڑی سی اور تیز ہو جائے تو تم آگے دیکھنے کے قابل بھی نہیں رہتے۔ جبکہ اونٹ کی پلکوں کی دو تہیں ہوتی ہیں۔ یہ پلکیں آپس میں کسی جال کی مانند بنی ہوتی ہیں اور صحرائی طوفان کے دوران اونٹ کی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہیں۔

اللہ نے ہر جاندار مخلوق کو اس کی سکونت کے لحاظ سے موزوں خصوصیات کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ مثال کے طور پر صحراؤں میں کوئی پینگوئنز نہیں ہوتے۔ چونکہ پینگوئن میں پائی جانے والی خصوصیات صحرا کے لئے موزوں نہیں لہٰذا پینگوئن صحرا میں جلد مر سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح سے اونٹ قطبین کے قریب زندہ نہیں رہ سکتے۔ اللہ نے ہر شے کو وہاں پیدا کیا ہے جہاں وہ ہونی چاہئے۔ اللہ طاقتور ترین اور لامحدود علم کا مالک ہے اللہ نے ہر چیز بغیر کسی کوتاہی کے پیدا کی ہے۔ اللہ نے اونٹ کی پیدائش کے بارے میں قرآن میں فرمایا:

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝

کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح (عجیب طور پر) پیدا کیا گیا ہے؟ (سورۃ الغاشیۃ:۱۷)

# گنگناتا ہوا پرندہ

جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو یہ پرندہ اتنا چھوٹا ہے کہ پنسل پر کھڑا ہو سکتا ہے۔ اپنے چھوٹے سائز کے ساتھ بھی ہمنگ دور دراز کا سفر کرتا ہے اور اس سفر کے دوران وہ پروں کو ڈھائی لاکھ مرتبہ لہراتا ہے۔ بھلا تم کتنی مرتبہ اپنے بازوؤں کو لہرا سکتے ہو اگر تم صرف ۵۰ مرتبہ انہیں لہراؤ تو اگلے دن ان میں درد ہو گا۔ جبکہ یہ چھوٹا پرندہ ڈھائی لاکھ مرتبہ ایسے کرتا ہے اور اسے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اللہ نے اس پرندے کو اس انتہائی مشکل کام کرنے کی صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

# دفاع پسند کیکڑا: ہرمٹ

سمندر میں بہت سی دلچسپ مخلوقات رہتی ہیں۔ یہ مخلوقات بڑے منفرد انداز میں اپنا دفاع کرتی ہیں ہرمٹ کیکڑا مثال کے طور پر آکٹوپس اور دوسرے دشمنوں سے بچاؤ کے لئے جاندار ہتھیاروں کا استعمال کرتا ہے۔ ایک طرح کا سبزہ سمندر کے نیچے پایا جاتا ہے۔ ہرمٹ ان پودوں کو جمع کر کے اپنے خول کے اوپر رکھتا ہے۔ ایسا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان پودوں پر بڑے تکلیف دہ کانٹے پائے جاتے ہیں۔ اس طرح سے ہرمٹ اپنے شکاریوں سے خود کو بچاتا ہے۔ یہ مت بھولو کہ ہرمٹ اس طرح کا شاندار منصوبہ خود بخود نہیں بنا سکتا۔ اللہ نے اسے اپنا دفاع کرنا سکھایا ہے۔

## تیرنے والا پرندہ: بوبی

بوبی وہ پرندے ہیں جو بیحد بلندی سے پانی میں چھلانگ لگاتے ہیں ان کے پنجوں کے درمیان جال ہوتا ہے۔ اللہ نے انہیں مخصوص نوعیت کے چپٹے پیر دیے ہیں تاکہ وہ سمندر کی سطح پر اور گہرائی میں تیر سکیں۔ بوبی غوطہ بھی لگاتے ہیں۔ وہ مچھلی پکڑنے کے لئے سمندر میں غوطہ لگاتے ہیں اور سمندر کے نیچے تیرتے ہوئے دور دور تک جاتے ہیں۔
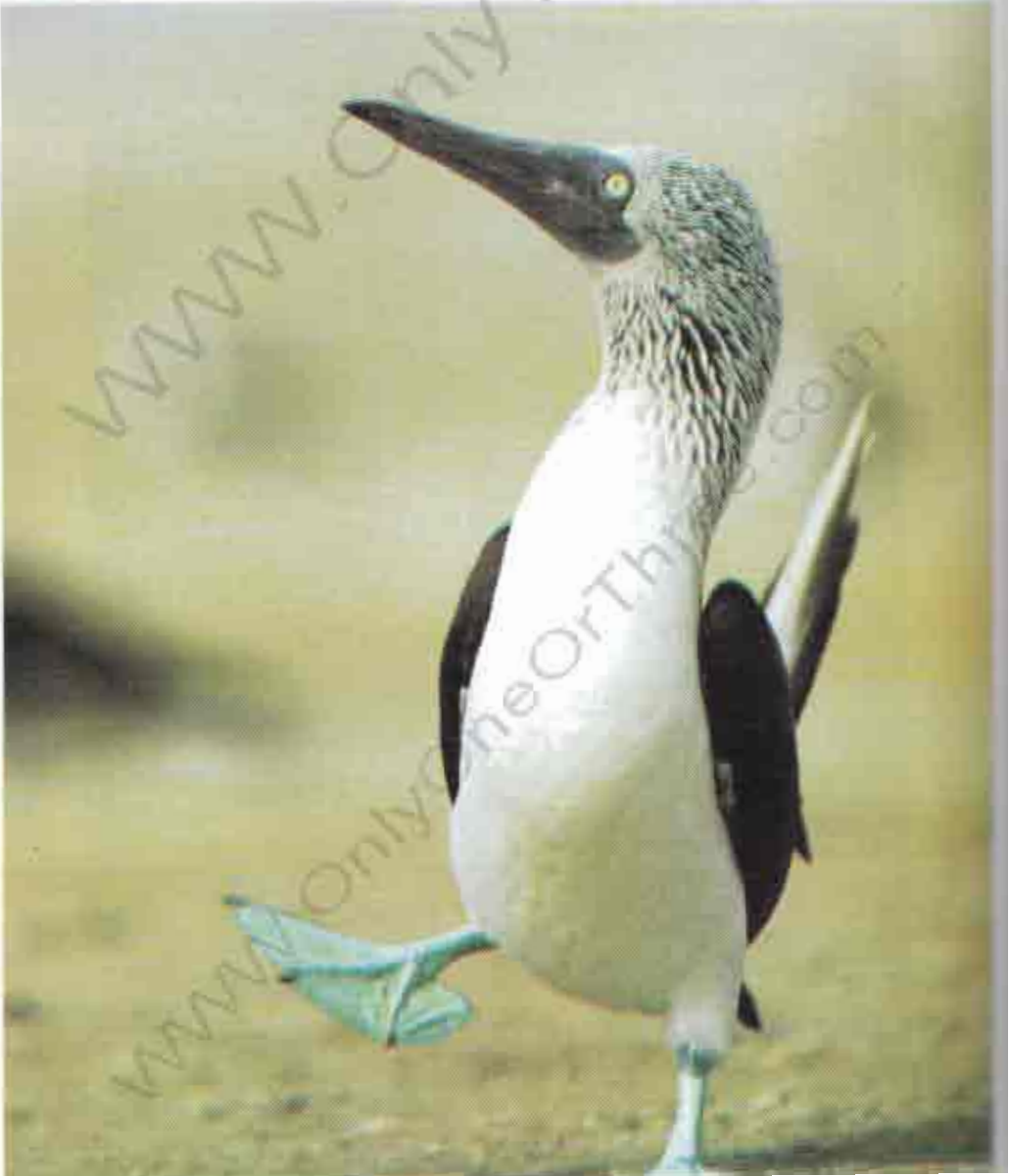
# کیا مچھلیاں اڑتی ہیں؟

اڑنے والی مچھلیاں پرندوں کی طرح پروں سے اڑتی نہیں بلکہ اپنے فنز (fins) پر پھسلتی ہیں جو پرندے کے پروں سے مشابہہ ہوتے ہیں۔ وہ ایک گھنٹے میں ۵۶ کلومیٹر (۳۵ میل) کا سفر کرتی ہیں۔ یہ چھوٹی مچھلیاں پر پھیلائے اور دُم پانی سے باہر نکالے تیزی سے پانی میں حرکت کرتی ہیں اس طرح سے وہ سمندر میں نرم روی سے پھسلتی چلی جاتی ہیں۔

اڑنے والی مچھلیاں فنز کی طرح اپنے پر پھیلائے رفتار حاصل کرتی ہیں۔

## بگلا

بگلا مچھلی پکڑنے میں بے حد مہارت کا استعمال کرتا ہے۔ وہ سر پر چھتری کی طرح اپنے پر پھیلا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ سائے کا کام دیتی ہے اور پانی کی سطح پر روشنی کے انعکاس کو روکتی ہے۔ اب بگلا پانی کی سطح کے نیچے اپنے شکار کو بخوبی دیکھ سکتا ہے۔ بگلے کے پروں سے پانی کی سطح پر گول سایا بن جاتا ہے اور یہ اسی گول دائرے کے اندر شکار کرتا ہے۔

# شترمرغ

شتر مرغ ایسا پرندہ ہے جو انتہائی برق رفتاری سے دوڑ سکتا ہے۔ یہ ۷۰ کلومیٹر (۴۵ میل) فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے شتر مرغ کے دونوں پیروں میں دو دو پنجے ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک پنجہ نسبتاً بڑا ہوتا ہے۔ شتر مرغ کی انفرادیت اس کی اس بڑے پنجے کے بل پر دوڑنے کی صلاحیت ہے۔

# قطبین کا ریچھ

قطبین کا ریچھ اپنے ہموار بالوں بھرے پنجوں اور نہ پھسلنے والے تلووں کے ذریعے برف پر تیز رفتاری سے دوڑتا ہے۔ قطبین کے ریچھ کی دبیز فر قطبین کے سخت سرد موسم میں بے حد اہم محافظ ہے۔ ایک ۱۰ سینٹی میٹر (۴ انچ) موٹی چربی کی تہ سردی کے اثرات سے انہیں محفوظ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ برفیلے پانی میں ۱۱۔۱۰ کلومیٹر (۷ میل) فی گھنٹہ کی رفتار سے تیر سکتے ہیں۔ اللہ نے پینگوئن کی طرح قطبین کے ریچھ کو بھی اس طرح بنایا ہے کہ وہ سرد ترین خطوں میں زندگی گزار سکیں اور اس نے انہیں زمین کے سرد ترین حصوں یعنی قطبین پر پیدا کیا: قطبین کے ریچھ کو قطب شمالی پر اور پینگوئن کو قطب جنوبی پر۔

قطبین کے ریچھ کو اللہ نے سونگھنے کی طاقتور صلاحیت سے نوازا ہے۔ ان کی سونگھنے کی صلاحیت اس قدر تیز ہے کہ وہ ۱،۶ میٹر (۱،۶ گز) برف کے نیچے چھپی سیل (seal) کی بو سونگھ لیتے ہیں۔

مزید یہ کہ اس کی آنکھ پر ایک جھلی نما فالتو پپوٹا ہوتا ہے۔ یہ جھلی دھوپ کے چشمے کا کام دیتی ہے اور انہیں برف کے اندھے پن سے بچاتی ہے۔

# برق رفتار چیتا

چیتے زمین پر سب سے تیز رفتار جانور سمجھے جاتے ہیں۔ یہ تھوڑے فاصلوں کو تیزی سے طے کر سکتے ہیں۔ وہ اپنی رفتار کو چند سیکنڈ کے اندر اندر ۷۵ کلومیٹر (۴۵ میل) فی گھنٹہ تک بڑھا سکتے ہیں۔ کچھ چیتے ۱۱۳ کلومیٹر فی گھنٹہ کی ناقابل یقین رفتار کے ساتھ ۶۰۰ میٹر (۶۵۰ گز) تک دوڑ سکتے ہیں۔

## ہرنوں کے دلچسپ انداز

کچھ مخلوقات اپنے علاقوں کی حدود کے تعین کے لئے بو چھوڑتی ہیں۔ مثال کے طور پر ہرن جو لبی، پتلی ٹہنیوں اور اپنی آنکھوں کے قریب غدودوں سے تار جیسی بو والے مادے کے ذریعے اپنی حدود کا تعین کرتا ہے۔ یہ بو دوسرے ہرنوں کو یہ بتاتی ہے کہ اس علاقے میں پہلے ہی سے ایک مالک موجود ہے۔ دوسری طرف قطبی ہرن کے پچھلے پیر کے کونوں پر بو کے غدود ہوتے ہیں۔ ان غدود سے رسنے والے مادے ان کو ان کی حدود کے تعین میں مدد دیتے ہیں۔ خرگوش اپنی ٹھوڑی پر لگے غدود سے رسنے والے مادے کے ذریعے اپنی حدود متعین کرتے ہیں۔

## جیکو (Gecko) کے اسفنجی پاؤں

جیکو ایک طرح کی چھپکلی ہے جو گرم موسم میں رہتی ہے۔ اس کی حیران کن خصوصیت عمودی ہموار سطح پر آسانی سے چلنے کی صلاحیت ہے۔ جیکو اپنے پیروں کی انگلیوں کے اسفنجی کونوں کی مدد سے شیشے پر بھی چڑھ جاتی ہے۔ مزید ان کی انگلیوں میں پنجے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ جب یہ ناہموار سطح پر پہنچتی ہیں تو بلی کے جیسے ان پنجوں کو باہر نکال لیتی ہیں اور سفر جاری رکھتی ہیں۔

## باسیلسک (Basilisk) پانی پر چلنے والی چھپکلی

تم کیا سوچو اگر کسی چھپکلی کو پانی پر چلتے دیکھ لو؟ تم کہہ سکتے ہو کہ شاید یہ کوئی خواب ہے لیکن یہ خواب نہیں حقیقت ہے! باسیلسک نامی چھپکلی پانی پر دوڑ سکتی ہے اور خوب تیزی سے دوڑتی ہے۔ اس کے پچھلے پیروں کے چپٹے حصے پانی کو کھینے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ چپٹے حصے زمین پر چلنے کی

صورت میں مڑ کر بند ہو جاتے ہیں۔ جب اسے کوئی خطرہ درپیش ہوتا ہے یہ پانی میں داخل ہو جاتی ہے اور تیزی سے دوڑنا شروع کر دیتی ہے۔ اس دوران اس کے پیروں کے پچھلے چپٹے حصے کھل کر چوڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے لئے پانی پر دوڑنا ممکن ہو جاتا ہے۔

# بطخیں

بطخیں ۵۰ کلومیٹر (۳۰ میل) فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑ سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے آپ کو شکاریوں سے بچانے کے لئے وہ سمت بدلتی رہتی ہیں۔ جب انہیں پانی میں غوطہ لگانا ہو تو اتنی پھرتی سے لگاتی ہیں کہ شکاریوں کے لئے انہیں شکار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

# ہاتھی کی لمبی سونڈ

ہاتھی کی سونڈ میں ۵۰۰۰۰ پٹھے ہوتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق یہ پٹھے سکڑتے ہیں اور ہاتھی بھاری سے بھاری وزن بھی دھکیل لیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ سونڈ بہت سے نازک کام بھی سرانجام دیتی ہے مثلاً مٹر کے بیج ڈھونڈ کر انہیں ہاتھی کے منہ میں توڑنا۔ سونڈ اپنی عملی شکل میں مختلف انداز میں استعمال ہوتی ہے جیسے ایک لمبی انگلی کے طور پر یا ایک باجے یا لاؤڈ سپیکر کے طور پر۔ سونڈ میں پینے یا نہانے کے لئے ایک وقت میں ۴ لٹر (۷ پنٹ) پانی آسکتا ہے۔

ہوسکتا ہے تم نے جانداروں کی ان مخصوص صلاحیتوں کے بارے میں سن رکھا ہو جن کا ہم نے پہلی مرتبہ ذکر کیا ہے۔ یہ سب بڑی پر شکوہ صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ ہے نا؟ یہ زمین پر پائی جانے والی پر شکوہ مخلوقات میں سے محض چند ایک ہیں۔ زمین پر اس طرح کے ہزاروں جانور موجود ہیں جن کے بارے میں شاید تم نے اب تک دیکھا سنا نہ ہوگا۔ خیر کیا یہ سب جاندار اس طرح کی خصوصیات اتفاقاً حاصل کر سکتے تھے؟ یقیناً نہیں۔ اللہ ہی نے انہیں ان تمام خصوصیات اور منفرد صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

## خوش رنگ پودے مٹی سے کیونکر نکلتے ہیں؟

تمہارے والدین روزانہ تمہارے لئے کھانا تیار کر کے میز پر رکھتے ہیں۔ اس میز پر مختلف قسموں کی سبزیاں اور پھل موجود ہوتے ہیں۔ بھلا تم نے کبھی غور کیا کہ یہ سب کہاں سے آئے ہیں؟

تمام پودے، پھول، پھل اور سبزیاں اندھیری مٹی سے اگتے ہیں۔ پھر خوشبودار سرخ

گلاب یا سٹرابیریز، یا شاندار خوشبو سے بھرے رس دار زرد لیموں اندھیری مٹی سے کیسے پھوٹتے ہیں جبکہ خود مٹی میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی؟

ہر پودا، سبزی، پھول اور پھل مختلف خوشبو، رنگ اور ذائقہ رکھتا ہے۔ خوبانی، آڑو، تربوز، مالٹا، چیری، سٹرابیری، کیلا، انگور اور انجیر ہر ایک کا الگ الگ ذائقہ، خوشبو اور شکل ہے۔ اللہ نے یہ سب ہمارے لئے پیدا کئے ہیں۔ یہ سب مزیدار ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان میں حیاتین اور معدنیات پائے جاتے ہیں جو ہمارے لئے نہایت ضروری ہیں۔ ہمارے ہاں سردیوں اور گرمیوں کے مطابق مختلف پھل ہیں ان میں سے ہر ایک ہماری ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر سردیوں میں پائے جانے والے مالٹے، سنگترے اور گریپ فروٹ وٹامن سی کی اچھی خاصی مقدار رکھتے ہیں۔ وٹامن سی موسم سرما میں ہمارے اندر سردی کے حملے کے خلاف قوت میں اضافہ کرتا ہے۔
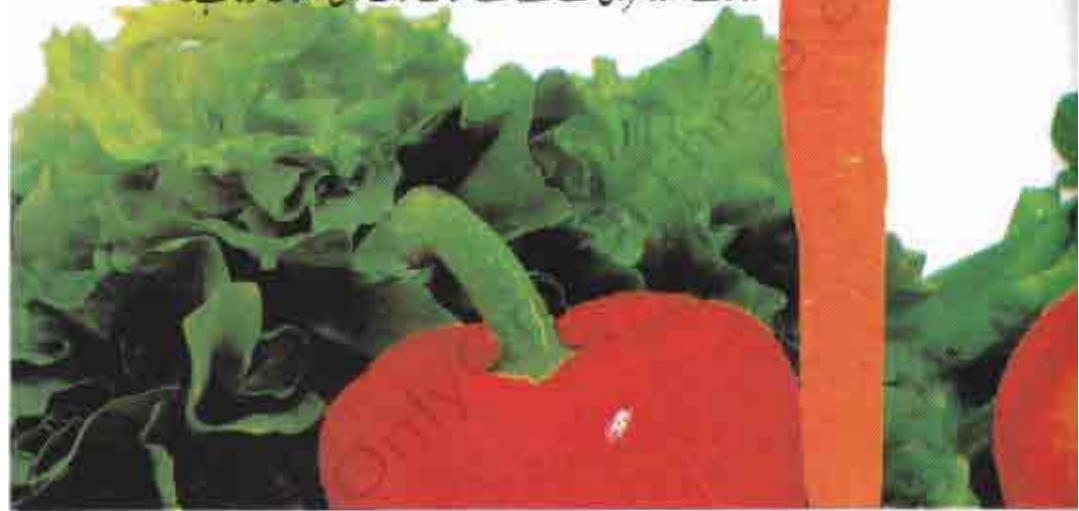
گرمیوں میں رس دار پھل مثلاً تربوز، چیریز، خربوزے اور ناشپاتیاں ہوتی ہیں۔ گرمیوں میں موسم گرم ہو جاتا ہے جو جسم سے پانی کے اخراج کا سبب بنتا ہے اور پانی کی اس کمی کا ازالہ ہم ان پھلوں کی مدد سے کرتے ہیں۔

ان میں سے کچھ بھی اتفاق کا نتیجہ نہیں ہے۔ تربوز نے اچانک خود ہی گرمیوں میں اگنے کا فیصلہ نہیں کیا۔ اسی طرح ان پھلوں کے ذائقے اور خوشبو بھی یونہی نہیں آئے۔ کوئی پھل اپنی خوشبو کے متعلق فیصلہ نہیں کرسکتا۔ مثال کے طور پر کوئی مالٹا یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے یہ خوشبو درکار ہے یا میرا رنگ نارنجی ہو جائے یا میرا ذائقہ میٹھا ہو، مجھے ایک خول کے اندر قاشوں کی صورت میں رکھا جائے تا کہ لوگ مجھے آسانی سے کھاسکیں۔

یقیناً ایسا نہیں ہے۔

اللہ نے انسانوں کے لئے پھلوں کو لوگوں کے لئے ان خصوصیات کے ساتھ پیدا کیا جو ان کے لئے نہایت مفید تھیں تا کہ وہ مضبوط اور صحت مند ہوں اور ساتھ ہی یہ پھل کھا کر لطف اندوز بھی ہوں۔ اس وجہ سے جب ہم اپنی کوئی پسندیدہ چیز کھائیں ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اسے اللہ نے پیدا کیا ہے اور پھر ہمیں بخشا ہے۔ ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے ان شاندار چیزوں کے لئے جو وہ ہمیں دکھاتا ہے یا اس نے ہمیں بخشی ہیں۔

## آؤ پھر غور کریں

اب تک ہم نے اپنے سیارے، اپنے جسموں اور زمین پر موجود جاندار مخلوقات کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے پوچھا کہ یہ سب کس طرح ہوا؟ ذرا سوچو کہ زمین پیدا ہوئی تو اس پر کچھ نہ تھا اور پھر اچانک اس پر جاندار اشیاء نمودار ہوگئیں۔ سمندر میں مچھلیاں اور سمندری پودے اور زمین پر انسان، شیر، بلیاں اور چیونٹیاں ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ پرندے نہ جانے کہاں سے آکر اڑنا

شروع ہو گئے۔ کس طرح یہ تمام مخلوقات اچانک نمودار ہوئی ہوں گی؟

ظاہر ہے اللہ ہی نے ان سب کو پیدا کیا۔

اللہ ہی خالق ہے ہر چیز کا جو ہم اپنے اردگرد دیکھتے ہیں۔

اللہ نے پہلے کائنات بنائی اور پھر ہمارا سیارہ۔ اس کے بعد اس نے جانور، پودے اور انسان پیدا کیے۔ اللہ کے لئے یہ سب پیدا کرنا بے حد آسان ہے کیونکہ وہ نہایت طاقت والا ہے۔ اللہ جو چاہے فوراً کر سکتا ہے۔

جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلے بتایا کچھ لوگ سچ کو قبول نہیں کرنا چاہتے حالانکہ یہ بالکل واضح ہے۔ یہ ارتقاء پسند لوگ کہتے ہیں کہ سب کچھ خود بخود ہی ہو گیا۔

یہ احمقانہ خیال ہے۔ تمہیں کیسا لگتا ہے جب تمہارے گھر آنے پر ایک تازہ تیار شدہ کیک مل جائے؟ کیا تم یہ نہیں کہتے ہم م م م میری ماں نے یہ کیک تیار کیا ہے؟ اس کا مطلب ہے جو بھی مادی شے ہمیں نظر آتی ہے تو کوئی نہ کوئی اس کا بنانے والا بھی ضرور موجود ہونا چاہیے۔

کیا تم جانتے ہو یہ جھوٹ جو ارتقاء پسند بولتے ہیں کس طرح کا لگتا ہے؟ یہ کچھ ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے کہ کسی نے کچن میں یہ کیک تیار نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی حادثاتی طور پر تیار ہو گیا۔ تم کیا جواب دو گے اگر ایسی بات سنو تو؟ تم شاید کہو گے، کیا احمقانہ بات ہے کبھی کیک خود بخود بھی بن سکتا ہے؟ کسی نہ کسی نے ضرور اسے تیار کیا ہو گا۔ کیسا لگے اگر تمہارا ساتھی پھر بھی مصر ہو کہ کچن کی الماری کے پیچ ڈھیلے ہونے سے اس میں لرزش پیدا ہوئی جس کے دوران میدہ، مکھن، چینی اور کوکو اس میں سے نیچے گرے اور باہم حل ہو گئے۔ اور یہ بالکل صحیح مقدار میں حل ہو گئے۔ کہنے کا مطلب چینی، کوکو وغیرہ ہر شے بالکل ٹھیک مقدار میں۔۔۔ اور پھر یہ اشیاء کچن کی الماری سے نکل کر ٹھیک کیک تیار کرنے والے برتن میں جا گریں جو ٹھیک ان کے گرنے کے مقام پر رکھا ہوا تھا عین اسی لمحے ایک زلزلہ آیا اور مجھے نہیں معلوم کہ برتن کس طرح اوون

میں پہنچ گیا، لیکن بس یہ وہاں پہنچ گیا۔ حالانکہ یہ تمام اتفاقات بھی کیک بنانے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ ابھی ایک اور اتفاق باقی ہے کہ اوون کو درست ٹمپریچر پر سیٹ ہونا چاہئے۔ تو عین اسی وقت ایک اور بات اتفاقاً ظہور پذیر ہوئی۔ اوون کا ڈائل خود بخود کھل گیا اور پھر خود ہی کیک بن جانے کے بعد بند ہو گیا اور اس طرح کیک جلنے سے پہلے اوون نے اپنے آپ کو بند کر لیا۔

کیا تم سمجھتے ہو کوئی اس طرح کی کہانی پر یقین کر سکتا ہے؟ یقیناً کوئی نہیں کرے گا۔

پھر ایک لمحے کے لئے سوچو: سورج، ستارے، سمندر، جھیلیں، پہاڑیاں، مچھلیاں، بلیاں، خرگوش اور انسانوں کو بنانا ایک کیک بنانے کے مقابلے میں زیادہ محنت طلب اور پیچیدہ کام ہے لیکن ایک کیک بھی خود بخود اتفاقاً نہیں بن سکتا۔ پھر یہ کہنا کہ سورج یا انسان اپنے آپ وجود میں آگئے ہوں بالکل بے وقوفی کی بات ہے۔ اگر کیک بنانے کے لئے کوئی ہے تو سورج اور انسان بنانے کے لئے اس سے بھی ذہین کوئی موجود ہے۔ یہ اللہ ہے ہمارا مالک۔

ہماری اس کتاب کے دوسرے سارے حصے میں ہم ارتقاء پسندوں کے متعلق بات کریں گے جو اللہ کی موجودگی پر یقین نہیں رکھتے اور جو کہتے ہیں سب کچھ خود ہی ہو گیا ہے۔ یہ لوگ ایسی باتوں کے ذریعے جو درست ہی نہیں ہیں دوسرے لوگوں کو الجھن میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

البتہ! جب ایک شخص ایسی باتیں کرتا ہے جو درست نہیں ہوتیں اس کا جھوٹ نمایاں ہو جاتا ہے۔ اگر سامنے والا شخص کچھ ہوشیار ہو تو وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ یہ شخص درست نہیں ہے۔ ان ارتقاء پسندوں کی لمبی داستانوں میں بہت سے خلا رہ گئے ہیں۔ چلیں آئیں ہم خود دیکھتے ہیں کہ باتیں جو وہ ہمیں بتاتے ہیں کتنی احمقانہ ہیں اور ان کی اغلاط کس قدر واضح ہیں......

# نظریہ ارتقاء کیا ہے؟

لوگ جنہیں اللہ پر یقین نہیں ایک نظریہ رکھتے ہیں۔ یہ نظریہ ارتقاء کا نظریہ کہلاتا ہے۔ لوگ جو ارتقاء کے نظریے پر یقین رکھتے ہیں ارتقاء پسند کہلاتے ہیں۔

وہ شخص جس نے ۱۵۰ برس پہلے ارتقاء کا نظریہ بیان کیا چارلس ڈارون تھا۔ ڈارون یقین نہیں رکھتا تھا کہ تمام جاندار چیزوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اس کے مطابق ہر شے خود بخود خالصتاً حادثاتی طور پر وقوع پذیر ہوئی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ ایک مخلوق دوسری مخلوق کی شکل اختیار کرتی گئی اور یوں تمام مخلوقات پیدا ہو گئیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ڈارون کے خیال میں ایک دن اچانک مچھلی ریپٹائل کی شکل اختیار کر گئی۔ اگلے روز مزید اتفاق کے نتیجے میں ریپٹائل نے اڑنا شروع کر دیا اور پرندے وجود میں آ گئے۔

چارلس ڈارون

ڈارون کی تجویز کردہ کہانی کے مطابق انسان بن مانسوں کے ذریعے تشکیل پائے۔

اس کا مطلب ہے کہ ڈارون کے نزدیک تمہارے آباء بن مانس تھے اب ڈارون کی طویل کہانی کو بہتر طور سے سمجھنے کے لئے اگلے صفحہ پر تصویریں ملاحظہ کرو:

ارتقاء پسندوں کا نظریہ اس قدر تمسخرانہ ہے کہ اس سے اچھا خاصا مزاحیہ مواد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلے بتایا جاندار و بے جان اشیاء کی تشکیل کرنے والا مختصر ترین ذرہ ایٹم کہلاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ درحقیقت تم لاکھوں ایٹموں کے اشتراک سے بنے ہو۔

جب زمین پہلی مرتبہ نمودار ہوئی تو اس میں کوئی مخلوقات نہ تھیں۔ یہاں صرف کچھ بے جان اشیاء تھیں۔ ارتقاء پسند یعنی ڈارون کے پیروکار کہتے ہیں کہ ایک روز کچھ ایٹم اتفاقاً اکٹھے ہو گئے۔
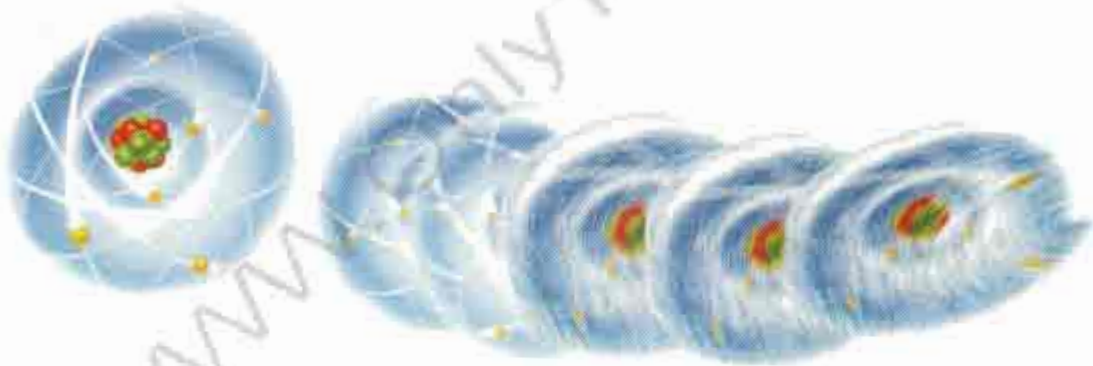
اس کا مطلب ہے زمین کی تخلیق کے بعد ایک تیز ہوا یا ہو سکتا ہے سائیکلون نے ان ایٹموں کو اکٹھا ہونے میں مدد دی ہو۔ تم کہو گے اس کے بعد ان ایٹموں کے ساتھ کیا ہوا؟

ڈارون کی کہانی کے مطابق یہ ایٹم مل کر خلیے بن گئے۔ جیسا کہ تم جانتے ہو ہر جاندار چیز خلیوں سے مل کر بنی ہے۔ یہ خلیے نہایت پیچیدہ ہیں انہوں نے ہی مل کر ہماری آنکھوں کانوں، خون، دل اور مختصراً ہمارے جسم کی تشکیل کی ہے۔ اتنی پیچیدہ چیز کے لئے ناممکن ہے کہ وہ اتفاق سے اکٹھے ہوئے ایٹموں کے ذریعے وجود میں آئی ہو۔

ایک خلیے میں سینکڑوں مختلف اور چھوٹے چھوٹے اجسام ہوتے ہیں۔ ہم خلیوں کو ایک وسیع فیکٹری سے منسوب کر سکتے ہیں یاد رکھنے کی چیز صرف یہ ہے کہ یہ مشینی ہونے کی بجائے حیاتیاتی ہیں، یہ ایک جملہ معترضہ ہے اگر تم اگلے صفحہ پر موجود تصویر پر غور کرو تمہیں یہ کسی فیکٹری سے مشابہہ لگے گا۔

خلیہ اپنے پیداواری مراکز، ذرائع نقل و حمل، ذخیرہ کرنے والے اور دوسرے بہت سے شعبہ جات کی وجہ سے ایک بے حد جدید فیکٹری کی طرح لگتا ہے۔ اس فیکٹری میں بہت سارے افعال انجام پذیر ہوتے رہتے ہیں خلیے کے اندر کچھ عملہ انجینئرز، کچھ کیمسٹ اور کچھ فورمین کا کام کرتا ہے۔ یہ کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ جسامت میں خلیہ بے حد چھوٹا ہے اور خالی آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا۔

ایک خلیے میں کاریگر، مادوں کی نقل و حمل کے ذرائع، داخلی اور خارجی دروازے، پیداواری مراکز، ترسیلِ پیغام کے ذرائع، توانائی کے نگران مراکز وغیرہ ہوتے ہیں۔ اچھا کیا تم سمجھتے ہو کہ ایک فیکٹری کے لئے پتھر، مٹی اور پانی کے ذریعے خود بخود بن جانا ممکن ہے وہ بھی ایک طوفان کے نتیجے میں حادثاتی طور پر اکٹھے ہو جانے کی صورت میں؟ یقیناً نہیں ہر کوئی اس مضحکہ خیز دعوے پر ہنس پڑے گا۔

تاہم جیسا کہ ارتقاء پسندوں کے الزام میں کہا گیا ہے یہ خلیے جاندار اشیاء کی تشکیل کرتے ہیں جب یہ کہیں قسمت کے ذریعے اکٹھے ہو جائیں۔

# آؤ پھر ارتقاء پسندوں کو ایک ڈارونی تجربے سے گزارتے ہیں

ان کو ایک بڑا ڈرم دیتے ہیں اور یہ اجازت بھی کہ اس میں جو چاہیں ایٹم رکھ لیں۔ اور اس کے علاوہ بھی وہ اپنی مرضی کے مطابق اس میں جو چاہے رکھ لیں۔ انہیں ہر وہ چیز جو ایک جاندار بنانے کے لئے ضروری ہو سکتی ہے ڈرم میں ڈالنے دیتے ہیں۔ پھر وہ اس ڈرم کو گرم کر سکتے ہیں اور اس میں سے برقی رو گزار سکتے ہیں۔ ان کو اجازت دے دیتے ہیں کہ پوری آزادی سے وہ سب کر لیں جو وہ چاہتے ہیں۔ انہیں لاکھوں سال تک ڈرم کو تکتے رہنے کی اجازت بھی دے دیتے ہیں (جیسا کہ ان کی زندگی اس کے لئے کافی نہ ہو گی تو وہ یہ کام آئندہ آنے والے ارتقاء پسندوں کے حوالے بھی کر سکتے ہیں)

ان سب کے نتیجے کے طور پر کیا ہو گا؟

کیا تم سمجھتے ہو بھیڑ کے بچے، بنفشے کے پھول، چیریز، خرگوش کے بچے، شہد کی مکھیاں، تربوز، بلیاں، کتے، گلہریاں، گلاب، کشمش، سٹرابیریز، مچھلیاں، ہاتھی، زرافے اور شیر اس ڈرم سے نکل سکتے ہیں؟ کیا ایک انسان جو سوچتا ہے، خوش ہوتا ہے جوش محسوس کرتا ہے، موسیقی سے لطف اٹھاتا ہے کتابیں پڑھتا ہے اس بیرل میں سے نمودار ہو سکتا ہے؟

یقیناً نہیں!

نہ ہی ڈرم کو تکتے تکتے کوئی پروفیسر اس میں سے اُگ سکتا ہے۔ نہ ہی پروفیسر اور نہ ہی پروفیسر کے کھربوں خلیات میں سے صرف ایک خلیہ ہی اس میں سے اُگ سکتا ہے۔

ایٹم بے جان ہیں۔ کیا بے جان مادہ مل کر ایک جاندار ہنستی کھیلتی سوچنے سمجھنے والی مخلوق کو بنا سکتا ہے۔

کیا ایک ذہین شخص ایسی کسی چیز پر یقین کر سکتا ہے؟ یقیناً اس ڈرم میں سے کوئی زندہ شے برآمد نہیں ہو سکتی۔ یہ ناممکن ہے کیونکہ جاندار اشیاء بے جان چیزوں کے اتفاقیہ ملاپ کا نتیجہ نہیں ہیں۔ اللہ نے تمام جاندار اشیاء پیدا کی ہیں۔ جب کہیں کچھ نہیں تھا تو اللہ نے انسان، پہاڑ، جھیلیں، بھیڑ کے بچے، شیر اور پھول بنانے کا فیصلہ کیا اور اس نے ان سب کو لاموجود سے کن (ہو جا) کے ذریعے تخلیق کیا۔

صرف یہ مادے ڈارونی تجربے کے لئے درکار ہیں کیونکہ ارتقاء پسندوں کا دعوی ہے کہ آیوڈین اور زنک جیسے مادوں نے اچانک اکٹھے ہوکر جاندار اشیاء کی تشکیل کی۔ تو چلو انہیں یہ سب ایک بڑے ڈرم میں حل ہونے کے لیے ڈالنے دیتے ہیں۔ انہیں اس کے ساتھ جو وہ چاہیں کرنے دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ جتنا چاہیں انتظار کرلیں۔

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ کیا کرتے ہیں لیکن اگر تمام سائنسدان مل کر بھی کوشش کر لیں وہ زندہ اجسام کا صرف ایک خلیہ بھی اس ڈرم میں سے پیدا نہیں کر سکتے۔ ایک پروفیسر بے جان مادے کے محلول سے ایک اور پروفیسر نہیں بنا سکتا۔ اس کی وجہ یقیناً یہی ہے کہ اللہ ہی انسانوں، اناناسوں، گلابوں، موروں، چیتوں، تربوزوں، ہرنوں اور تتلیوں کو تخلیق کرنے والا ہے۔

# ارتقاء پسندوں کے نزدیک جاندار اشیاء کس طرح ارتقاء پذیر ہوتی ہیں

نظریہ ارتقاء کے مطابق ایک جاندار شے وقت کے ساتھ ساتھ ارتقاء پذیر ہوتی رہتی ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مختلف خصوصیات پیدا کر کے کسی اور جاندار چیز میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ارتقاء پسندوں کے عقیدے کے مطابق ریپٹائل کچھ واقعات کے نتیجے میں پرندہ بن گئے۔ پس وہ کیا واقعات تھے جن کے ذریعے ان کے کہنے کے مطابق ریپٹائل ایک اور مخلوق میں تبدیل ہو گئے۔

ارتقاء پسند یہ یقین رکھتے ہیں کہ ارتقاء دو مختلف واقعات کا نتیجہ ہے جو ایک ہی وقت میں وقوع پذیر ہوتے ہیں یعنی تغیر اور فطری انتخاب۔ یہ دراصل ایک غیر منطقی یقین ہے جو سائنسی بنیاد سے عاری ہے۔ تم کہو گے وہ کیوں؟ چلو اس کیوں کا جواب مل کر دیکھتے ہیں۔

## فطری انتخاب کیا ہے؟

فطری انتخاب کی سادہ تعریف کے مطابق طاقتور شے باقی رہ جاتی ہے جبکہ کمزور شے ختم ہو جاتی ہے۔

آؤ اسے مندرجہ ذیل مثال کے ذریعے بیان کریں:

مثال کے طور پر ہرنوں کا ایک گروہ ہے جس پر شکاری مسلسل حملے کر رہے ہیں۔ اس صورت حال میں ہرن مزید تیز رفتار ہو جائیں گے اور پھر صرف سب سے تیز رفتار اور پھرتیلے ہرن بچ جائیں گے۔ وقت کے ساتھ کمزور اور سست ہرن مکمل طور پر غائب ہو جائیں گے کہ شکاری ان کا شکار کر لیں گے۔ صرف مضبوط اور صحت مند ہرن موجود رہیں گے اس کے کچھ عرصہ بعد ہرنوں کا گروہ صرف مضبوط ہرنوں پر مشتمل رہ جائے گا۔

کبھی بھی شیر نہیں بن سکتے۔
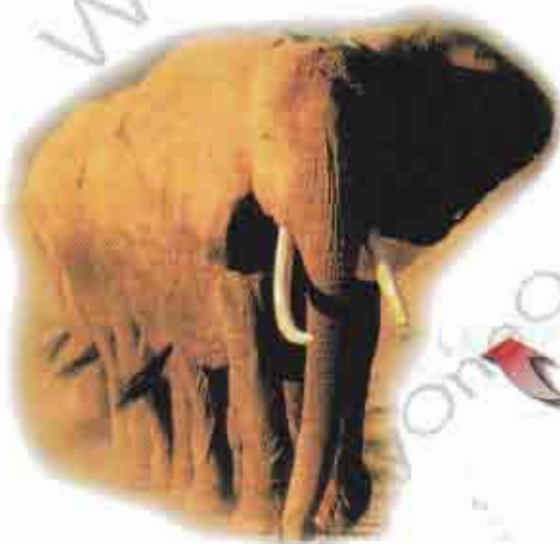
اور شیر کبھی ہاتھی میں تبدیل نہیں ہو سکتے۔

واقعات جو اب تک ہم بیان کر چکے ہیں درست ہیں لیکن
ارتقاء سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ارتقاء پسند کہتے ہیں
کہ ایک ہرن مسلسل ارتقاء کے بعد کسی اور جاندار مثلاً
زرافے میں تبدیل ہو جائیں گے۔ یہ غلط ہے کیونکہ ہرن
جس قدر مرضی تیز بھاگ لے اور اپنی گردن کو اوپر کی طرف
پھیلا لے وہ کسی دوسری مخلوق مثلاً شیر یا زرافے میں تبدیل نہیں
ہو سکے گا۔ یہ صرف الف لیلوی داستانوں ہی میں ممکن ہو سکتا
ہے۔ تم شاید اس مینڈک کی کہانی کے بارے میں جانتے ہو گے جو
ایک شہزادے میں تبدیل ہو گیا تھا۔ ایک مینڈک صرف الف لیلوی
داستان ہی میں شہزادہ بن سکتا ہے۔ بہر حال حقیقی زندگی میں ایک ہرن
کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ شیر یا کسی اور جاندار چیز میں تبدیل ہو جائے۔
بہر کیف ارتقاء پسند اگر چہ ان میں زیادہ تر بالغ ہیں بلکہ ممکنہ طور پر عالم اور پروفیسر ہیں اس طرح کی
کہانیوں پر یقین رکھتے ہیں کیا تم جانتے ہو یہ کیسا لگتا ہے؟

یہ ایسے ہی ہے کہ ایک بچہ جس نے تازہ تازہ مینڈک کے شہزادہ بن جانے کی کہانی سنی ہو
ایک مینڈک اٹھائے اس کو چومے اور اس کے شہزادہ بن جانے کا انتظار کرتا
رہے۔

ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ فطری انتخاب
جانوروں کی ایک نسل کو دوسری نسل میں
تبدیل نہیں کر سکتا مثال کے طور پر
ہرن کو شیر یا زرافے میں۔ یہ صرف
اس نسل کے جانوروں مثال کے طور پر
ہرن کے گروہ وغیرہ کو پہلے سے زیادہ مضبوط
بنا سکتا ہے۔

تغیر کے نقصان دہ واقعات کے زیر اثر بچے کی حالت

## تغیر (Mutation) کا کیا مطلب ہے؟

تغیر جاندار جسموں میں ہونے والی ناموافق تبدیلی ہے۔ تابکاری اور کیمیائی مادوں سے تغیر کا سبب بنتے ہیں۔ جاندار اشیاء پر تابکاری اور کیمیائی مادوں کے اثرات ہمیشہ خطرناک ہوتے ہیں۔ ۵۵ برس پہلے دوسری جنگِ عظیم کے دوران جاپان کے شہر ہیروشیما پر ایک ایٹم بم پھینکا گیا تھا۔ ایٹم بم نے اردگرد کے علاقے میں تابکاری پھیلائی جس سے بہت سے لوگوں کو نقصان پہنچا۔ تابکاری کے ذریعے بہت سے لوگ یا تو مخدوش حالت میں پائے گئے یا مر گئے۔ مزید یہ کہ اس نے اپنی زد میں آئے لوگوں کے جسمانی نظام کو تباہ کر کے رکھ دیا جس کے نتیجے میں ان کے بچے بیمار یا معذور پیدا ہوتے رہے۔

تغیر کی وجہ سے بھیڑ کے بچے کی غیر معمولی چھ ٹانگیں

اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ روس کے شہر چرنوبیل (Chernobyl) میں ۱۹۸۶ میں پیش آیا۔ چرنوبیل کے نیوکلئیر پلانٹ پر ایک دھماکہ ہوا جس کی وجہ سے پورے شہر میں اور اردگرد کے علاقے میں حتیٰ کہ مغربی یورپ تک تابکاری کے اثرات پھیل گئے۔ جاپان کی طرح یہاں بھی جو لوگ رہ رہے تھے اور ان کے بچے یا تو معذور ہو گئے یا تابکاری کی بدولت مر گئے۔

لوگ جن کے پاؤں تغیر کے نتیجے میں بے کار ہو گئے

تصویریں جو آپ نے دیکھیں

سب یہ ظاہر کرتی ہیں کس طرح تغیر کے نتیجے میں لوگ اور دوسری جاندار اشیاء معذور ہو گئے۔

تم پوچھ سکتے ہو کہ اس بات کا ہمارے موضوع سے کیا تعلق ہے؟ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ارتقاء پسندوں کے دعوے کے مطابق جاندار اشیاء ایک نسل سے دوسری نسل میں تبدیل ہوتی ہیں اور اس طرح سے ارتقائی عمل جاری رہتا ہے۔ وہ مثال کے طور پر کہتے ہیں کہ مچھلی ریپٹائل میں تبدیل ہو گئی۔

اگر تم پوچھو کہ ایک مچھلی ریپٹائل میں کیسے تبدیل ہو سکتی ہے تو وہ جواب دیں گے: ایک دن ایک مچھلی تغیر پذیری یعنی اسی طرح کے عمل سے گزری جس طرح جاپان میں بچے تابکاری کے عمل سے گزرے۔ اس تغیر کی وجہ سے مچھلی کے جسم میں چند تبدیلیاں رونما ہوئیں اور ایک دن لاکھوں سال بعد تم نے ایک مگرمچھ کو دیکھا جو کبھی مچھلی ہوا کرتا تھا۔

یہ دعویٰ ہی احمقانہ ہے۔ مزید یہ کہ جیسے ہم نے اوپر ذکر کیا تغیر جاندار مخلوقات کے لئے ہمیشہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ وہ یا تو انہیں معذور کر دیتا ہے یا بے حد علیل بنا دیتا ہے۔ تاہم ارتقاء پسند اب بھی اسی بات پر قائم ہیں کہ تغیر کی وجہ سے مچھلیاں ریپٹائل بن گئیں۔ کوئی اس پر یقین کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اگر تغیر فائدہ مند ہوتا تو چرنوبیل میں تابکاری کے اثرات شروع ہوتے ہی لوگ اپنے جدید ارتقائی مراحل طے کرنے وہاں پہنچ جاتے۔ جبکہ درحقیقت ہر کوئی چرنوبیل سے بھاگ گیا اور آج بھی اس واقعے کے نقصان دہ نتائج کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

ہم ارتقاپسندوں کے دعوے کا موازنہ مندرجہ ذیل مثال سے کر سکتے ہیں۔ اگر تم ایک کلہاڑا لے کر بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی پر دے مارو تو کیا تم اسے رنگین ٹی وی میں تبدیل کر سکتے ہو؟ یقیناً نہیں بغیر سوچے سمجھے ٹی وی کو ضرب لگاؤ گے تو یہ ٹوٹ کر بے کار ہو جائے گا۔

جس طرح بغیر سوچے سمجھے ٹی وی پر کلہاڑا چلانے کا نتیجہ نقصان کی صورت میں نکلتا ہے تغیر بھی جانداروں کو نقصان پہنچاتا ہے۔

اگر تم بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی
پر کلہاڑے سے ضرب لگاؤ......
یہ رنگین ٹی وی میں
تبدیل ہو جائے گا!!؟
غلط! میرا ٹی وی
تو ٹوٹ گیا......

کہا جاسکتا ہے کہ تغیر جاندار مخلوق کو کسی بہتر صورت میں نہیں ڈھال سکتا جیسا کہ ارتقاء پسند دلیل دیتے ہیں۔

چلو اب تک کی گئی باتوں کا خلاصہ دہراتے ہیں: ارتقاء پسندوں کا دعوی ہے کہ ارتقائی عمل سے ایک مخلوق دوسری مخلوق میں اور ایک نسل دوسری نسل میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تبدیلی دو قسم کے افعال کا نتیجہ ہے تغیر اور فطری انتخاب لیکن ہم پہلے ہی جائزہ لے چکے ہیں کہ نہ تو تغیر اور نہ ہی فطری انتخاب جاندار اشیا کی خصوصیات کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ جیسے ہم تصویروں میں دیکھ چکے ہیں تغیر جانداروں کو نقصان پہنچاتا ہے۔

دس کروڑ سال پرانا چیونٹی کا فوصل۔ جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو دس کروڑ برس پہلے کی چیونٹیاں بھی آج کی چیونٹیوں ہی کی طرح تھیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ارتقاء پذیر نہیں ہوئیں۔

# فوصل جو شاید ارتقاء پسندوں کی نظر سے نہیں گزرے

## ہم یہاں سے شروع کرتے ہیں کہ

## فوصل کیا ہے؟

فوصل طویل عرصہ عموماً ہزاروں برس پیشتر مر چکے جانور یا پودے کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ یہ چٹان بننے کے عمل کے دوران زمین کی تہہ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ پودے یا جانور کے فوصل بننے کے لئے ضروری ہے کہ یہ مرنے کے فوراً بعد ہی دفن ہو جائے۔ مثال کے طور پر میدان میں ریت کے حملے کے نتیجے میں دب کر ہلاک ہونے کی صورت میں ایک پرندے کی باقیات آج تک موجود ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح سے کچھ درختوں سے نکلنے والا گوند جغرافیائی تبدیلیوں کے نتیجے میں فوصل میں تبدیل ہو گیا اور عنبر کہلانے لگا۔ کبھی کبھار اس گوند نے کیڑوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور کیڑے اس میں پھنس کر مر گئے۔ اسی طرح سے یہ ٹھوس شکل اختیار کر گیا اور عنبر اور کیڑے بغیر کسی نقصان کے لاکھوں سالوں سے ہمارے وقت تک موجود ہیں۔ اس طرح سے ہم ان مخلوقات کے بارے میں جان سکتے ہیں جو طویل عرصہ پیشتر موجود تھیں۔ جانداروں کی یہ باقیات فوصل کہلاتی ہیں۔ تم اگلے صفحات میں ان میں سے چند فوصلوں کو دیکھو گے۔

## عارضی اشکال کے فوصلوں سے کیا مراد ہے

اہم ترین جھوٹ جو ارتقاء پسند گھڑتے ہیں عارضی اشکال کے بارے میں ہے۔ ارتقاء سے متعلق کتابوں میں سے کچھ میں اسے اکثر عارضی درمیانی اشکال کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ تم جانتے ہو ارتقاء پسند دعوی کرتے ہیں کہ مخلوقات باہم ارتقاء پذیر ہوتی رہی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلی مخلوق اتفاقاً وجود میں آ گئی۔ وقت کے ساتھ یہ مخلوق ایک اور مخلوق میں تبدیل ہو

گئی اور یہ تبدیل شدہ مخلوق ایک اور میں اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ آؤ ہم اسے ایک مثال سے واضح کرتے ہیں:

ارتقاء پسند کہتے ہیں کہ مچھلی ایسی مخلوق سے نکلی ہے جو کسی سٹار فش سے ملتی جلتی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک دن تغیر کے نتیجے میں ایک سٹار فش نے اپنا ایک بازو گنوا دیا ہوگا اور اگلے لاکھوں سالوں کے دوران اس نے اپنے سارے بازو گنوا دیے ہوں گے سوائے چند ایک کے جو ترقی کرتے کرتے اس کے پروں میں تبدیل ہو گئے۔ اسی دوران اور اس کے متوازی وہ تمام تبدیلیاں واقع ہوئیں ہوں گی جو سٹار فش کو مچھلی میں تبدیل ہونے کے لئے ضروری تھیں۔ اگر تم نیچے بنی تصاویر پر ایک نظر ڈالو تو تم سمجھ جاؤ گے کہ یہ دعویٰ کس قدر فضول ہے۔

## خیالی عارضی اشکال
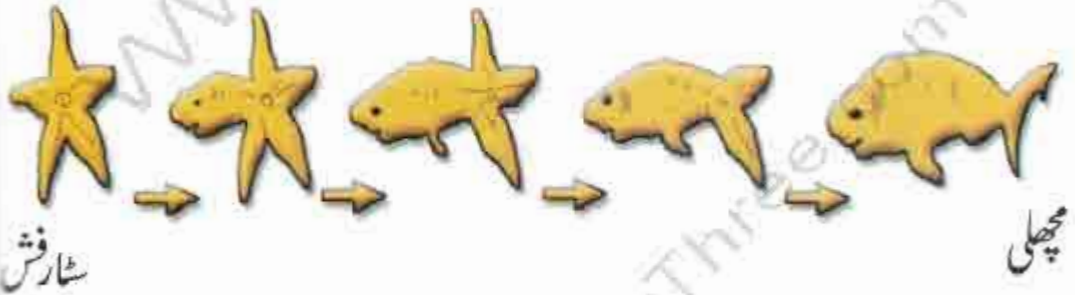
حتمی نسل تک پہنچنے کے درمیانی مراحل سے گزرنے والی مخلوقات عارضی اشکال کہلاتی ہیں۔ مزید یہ کہ نظریہ ارتقاء کے مطابق ان مخلوقات کے اعضاء نامکمل رہے ہوں گے۔ مزید جیسا کہ ان کا خیال ہے اسکے بعد بھی بہت سی عارضی اشکال رہی ہوں گی جیسے مچھلیوں کی ریپٹائل میں تبدیلی کے دوران۔ ان درمیانی نسلوں کے آدھے پیر، آدھے پر، آدھے پھیپھڑے اور آدھے گلپھڑے بھی ضرور رہے ہوں گے۔ اگر اس طرح کی مخلوقات کا کوئی حقیقی وجود تھا تب ان کے باقیات ہمیں ملنے چاہیے تھے جیسے ان کے فوصل مگر یہ انتہائی دلچسپ بات ہے کہ اب تک ارتقاء پسندوں کے دعوے

مچھلی اور سٹارفش کے لاکھوں فوسل دستیاب ہو چکے ہیں۔ بہرکیف اب تک عارضی شکل کا ایک بھی فوصل نہیں ملا ہے جو کہ ارتقاء پسندوں کی طویل داستان کے مطابق یہ ظاہر کرتا ہے کہ کس طرح سٹارفش ایک مچھلی میں تبدیل ہوئی۔

۱۵۰-۱۰۰ ملین پرانا سٹارفش کا فوصل

۵۰ ملین برس پرانا مچھلی کا فوصل

اوپر کی تصویروں میں تم مچھلی اور سٹارفش کے فوصل دیکھ سکتے ہو بمعہ ان تصویروں کے جن میں ان کی موجودہ شکل پیش کی گئی ہے۔ جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو ان میں سے کسی میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ یہ ایسے ہی ہیں جیسے وہ لاکھوں سال قبل تھے۔

۱۵۰ ملین برس پرانا کیکڑے کا فوصل

کیا تمہیں دونوں کیکڑوں کے درمیان کوئی فرق نظر آتا ہے؟

کے مطابق پائی جانے والی ان عارضی اشکال کے کوئی فوصل نہیں ملے ہیں۔

فوصل سائنسی ثبوت ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ فوصل کو دیکھ کر ہم جان سکتے ہیں کہ طویل عرصہ قبل مخلوقات کس طرح رہتی تھیں۔ فوصل ہمیں بتاتے ہیں کہ: مخلوقات باہم ارتقاء پذیر نہیں ہوئی ہیں بلکہ وہ کسی ایک لمحے میں بغیر کسی خامی کے وجود آئیں اور آج تک ویسے کی ویسی ہیں۔ اللہ نے ان سب کو پیدا کیا ہے۔

ایک جدید سمندری خارپشت اور ۱۲۵ ملین سال پرانا سمندری خارپشت کا فوسل

ایک جدید مگرمچھ اور ۱۹۰ ملین سال پرانا مگرمچھ کا فوسل

ایک جدید رے مچھلی اور ۷۵ ملین سال پرانا رے مچھلی کا فوسل
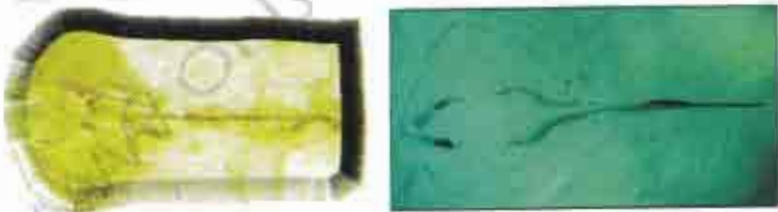
ایک جدید شارک اور ۴۰۰ ملین سال پرانا شارک کا فوسل

ایک جدید گھوڑا (grasshoper) اور ۴۰ ملین سال پرانا گراس ہوپر گھوڑے کا فوسل

ایک جدید جیکو اور عنبر میں ۹۰--۹۴ ملین سال پرانا جیکو کا فوسل

ایک جدید مینڈک اور عنبر میں ۹۰-۹۴ ملین سال پرانا مینڈک کا فوسل

تم نے اس صفحے پر کچھ مخلوقات کے فوسل دیکھے۔ ان کے ساتھ ہی ان مخلوقات کی موجودہ تصویریں ہیں۔ جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو لاکھوں سالوں میں بھی ان مخلوقات میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ آج بھی وہ ویسی ہی ہیں جیسے انہیں پہلے دن اللہ نے پیدا کیا تھا۔ کوئی بھی کسی دوسری نسل میں تبدیل نہیں ہوئی ہے۔

## ایک جدید ناٹیلس اور ۴۵۰ ملین سال پرانا ناٹیلس کا فوسل

ارتقاء پسند یہ وضاحت نہیں کر سکتے کہ یہ مخلوقات لاکھوں سال تک بالکل ویسے کی ویسی کیوں ہیں۔

## ایک جدید کچھوا اور ۵۰ ملین سال پرانا کچھوے کا فوسل

ایک جدید جھینگا اور ۱۹۵ ملین سال پرانا جھینگے کا فوسل

ایک جدید ڈریگن فلائی اور ۱۵۰ ملین سال پرانا ڈریگن فلائی کا فوسل

# کیمبرین (Cambrian) دور کے دوران کیا ہوا؟

ہم نے پہلے بھی ذکر کیا کہ موجودہ دور میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اللہ نے بگ بینگ کے ذریعے کائنات کی تخلیق کی۔ تمام کائنات بشمول سیارے، ستارے اور ہماری زمین اس پُر ہیبت دھماکے کے نتیجے میں بنی۔

شروع شروع میں ہمارے سیارے پر کوئی جاندار مخلوقات نہیں تھیں، لیکن پھر اللہ نے زمین پر تمام جاندار اشیاء کو پیدا کیا: جیسے کہ پرندے، کیڑے مکوڑے، درخت، پھول، مچھلیاں، چیتے، تتلیاں، ہاتھی اور زرافے وغیرہ۔

اچھا، کیا تم جانتے ہو پہلی جاندار مخلوق کب نمودار ہوئی؟ یہ سب ۵۰۰ ملین سال پہلے کیمبرین دور میں رونما ہوا۔ اولین مخلوقات جو اس دور میں نمودار ہوئیں وہ گھونگھے، کیڑے اور سٹار فش تھیں۔ کیمبرین دور میں موجود مخلوقات نے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ نظریہ ارتقاء مکمل طور پر غلط ہے۔ وہ کیسے؟

یہ مخلوقات کیمبرین دور کے دوران اچانک نمودار ہوئیں۔ ان سے قبل اس سیارے پر کوئی جاندار اشیا موجود نہ تھیں۔ ان مخلوقات کے اچانک کہیں نہ کہیں سے نمودار ہونے کی حقیقت بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ نے انہیں یکا یک پیدا کیا تھا۔ اگر ارتقاء پسندوں کا پیش کردہ نظریہ درست ہوتا تو ان مخلوقات کو سادہ تر اجداد سے ارتقاء پذیر ہونا چاہئے تھا۔ جبکہ ان مخلوقات کے نہ تو کوئی اجداد تھے اور نہ ہی ان سے پہلے ان کی کوئی عارضی اشکال موجود تھیں۔ فوصل کی تلاش کرنے والوں (palaeontologist) میں سے کسی کا سامنا بھی ان عارضی اشکال سے نہیں ہوا ہے۔ فوصل ہمیں بتاتے ہیں کہ یہ مخلوقات دوسری جاندار مخلوقات کی طرح کیمبرین دور میں، اپنی خصوصیات میں بغیر کسی کمی بیشی کے اور بغیر کسی اجداد کے جن سے کہ وہ ارتقاء پذیر ہوئی ہوں، اچانک ہی نمودار ہو گئیں۔ وہ اس طرح کہ انہیں اللہ نے پیدا کیا۔ مزید یہ کہ یہ مخلوقات جو کہ کیمبرین دور میں موجود تھیں بے حد مخصوص خصوصیات کی حامل تھیں۔ مثال کے طور پر ایک

ٹریلو بائٹ (trilobite) نامی مخلوق کیمبرین دور میں موجود تھی مگر یہ ہمیں اب نظر نہیں آتی کیونکہ یہ معدوم ہو چکی ہے۔ ٹریلو بائٹ کی آنکھیں بے حد پیچیدہ مگر کامل نوعیت کی تھیں۔ اس کی آنکھیں جیسے کہ تم دائیں طرف ملاحظہ کر سکتے ہو شہد کے چھتے کے جیسے سینکڑوں خانوں پر مشتمل تھیں جن کی وجہ سے یہ بے حد صاف دیکھ سکتی تھی۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ اس طرح کی کوئی مخلوق بے سبب اچانک نمودار ہو سکتی ہے؟ اگر تمہارا چھوٹا بھائی آ کر کہے میں پچھلی رات میز پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک مکھی اچانک اپنے آپ میرے سامنے پیدا ہو گئی۔ میں نہیں جانتا وہ کہاں سے آئی لیکن اچانک وہ اتفاقاً وہاں پیدا ہو گئی۔ اس کی بڑی خوبصورت شہد کے چھتے سے مشابہہ آنکھیں تھیں۔ لیکن یہ بھی اتفاقاً ہی پیدا ہو گئیں۔

اس لمحے تم کیا سوچو گے؟ شاید تم یہ سوچو کہ تمہارا بھائی زندگی کی پیچیدگیوں کو سمجھنے کے لئے ابھی بے حد چھوٹا ہے۔ بہر حال بے حد عجیب وغریب بات یہ ہے کہ ارتقاء پسند کہتے ہیں کہ یہ مخلوقات اچانک سمندر سے نمودار ہوئی تھیں۔ موجودہ مکھیوں کی آنکھیں ان مخلوقات کی آنکھوں سے بے حد ملتی جلتی ہیں اس صورت میں ارتقاء پسند واضح طور پر غلط ہیں۔ وہ یہ تسلیم ہی نہیں کرنا
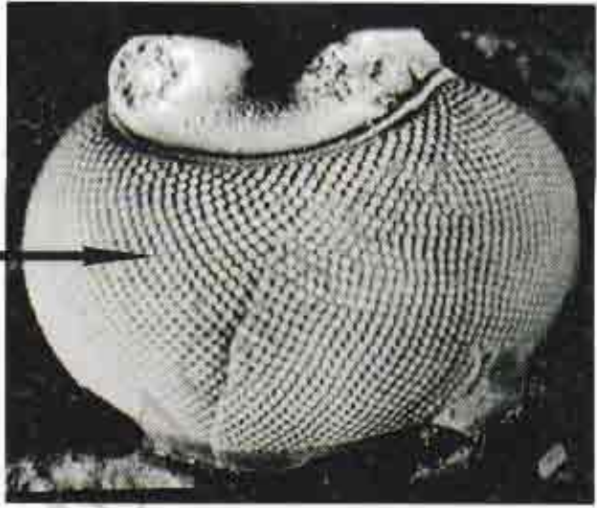
ٹریلوبائٹ: زمین کی اولین مخلوقات میں سے ایک جس کی آنکھوں کی بناوٹ بے حد پیچیدہ تھی۔ اس کی کامل آنکھ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسے اللہ نے پیدا کیا۔

چاہتے کہ اللہ نے تمام جاندار چیزوں کو پیدا کیا ہے کیونکہ وہ بے حد مغرور اور گستاخ ہیں۔ وہ مسلسل داستانیں گھڑتے رہتے ہیں، تصوراتی ماحول اور الف لیلوی داستانیں سناتے ہیں تاکہ حقیقت پر پردہ پڑ جائے اور لوگ اللہ کی طرف سے منہ موڑ لیں۔
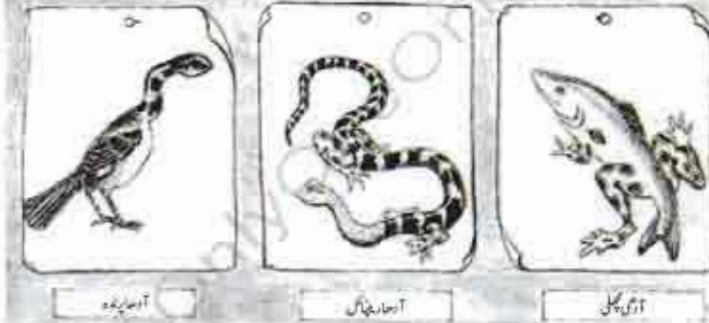
عجیب وغریب مخلوقات کے بارے میں ارتقاء پسندوں کا دعویٰ کہ وہ کبھی وجود رکھتی تھیں۔ درحقیقت ان مخلوقات کا کبھی کوئی وجود نہیں رہا۔

# غلط بیانی کہ مچھلیاں ریپٹائلز میں تبدیل ہوگئیں

ارتقاء پسند کہتے ہیں کہ ریپٹائل مچھلیوں کی ارتقائی شکل ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق ایک دن جب سمندر میں خوراک کی مقدار بے حد قلیل رہ گئی تو مچھلیاں اس کی تلاش میں زمین پر آگئیں اور یہاں پہنچ کر انہوں نے ریپٹائل کی شکل اختیار کر لی تا کہ وہ زمین پر اپنی حیات کو جاری رکھ سکیں۔ جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو یہ ایک فضول خیال ہے کیونکہ ہر کوئی جانتا ہے مچھلیوں کے ساتھ کیا ہو اگر وہ زمین پر آ جائیں: وہ مر جائیں گی!

کیا تم کبھی مچھلی پکڑنے گئے ہو؟ ذرا سوچو کیا ہو اگر مچھلی چارے پر منہ مارے اور تمہاری ڈوری میں پھنس جائے اور تم اس کی جان بچا کر اسے گھر لے آؤ اور آرام کرنے کے لئے پچھلے صحن میں چھوڑ دو؟ جیسا کہ ہم نے ابھی کہا یہ مر جائے گی۔ اگر تم دوبارہ مچھلی پکڑنے جاؤ اور اس مرتبہ بہت سی مچھلیاں پکڑ کر لے آؤ اور ان سب کو پچھلے صحن میں لٹا دو کیا ہوگا؟ پھر سے وہی ہوگا کہ وہ مر جائیں گی۔

تم نے دیکھا ارتقاء پسند اس طرح کی چیزوں کو قبول نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہارے پچھلے صحن میں ایک مچھلی اپنی موت کا انتظار کرتے کرتے اچانک تبدیل ہونا شروع کر دیتی ہے اور ریپٹائل میں تبدیل ہو کر اپنی حیات کو جاری رکھتی ہے اس طرح کی کوئی چیز ممکن نہیں!

ارتقاء پسندوں کا دعویٰ ہے کہ مچھلیوں نے ساحل پر جانے کا فیصلہ کیا اور زمینی مخلوق میں تبدیل ہوگئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو مچھلی بھی ساحل پر آئے گی مر جائے گی۔

یہ کسی طور بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ مچھلی اور زمین کی مخلوقات میں بہت زیادہ فرق ہے اور یہ تمام تبدیلیاں اچانک کسی اتفاق کے نتیجے میں ظہور پذیر نہیں ہو سکتیں۔ آؤ ان چیزوں کی مختصر فہرست مرتب کریں جو مچھلی کو زمین پر زندگی گزارنے کے لئے درکار ہیں۔

۱- مچھلیاں پانی میں سانس لینے کے لئے گلپھڑوں کا استعمال کرتی ہیں۔ جبکہ زمین پر وہ اپنے گلپھڑوں سے سانس نہیں لے سکتیں پس وہ مر جائیں گی۔ انہیں پھیپھڑے درکار ہوں گے۔ آؤ ذرا فرض کرتے ہیں کہ ایک مچھلی زمین پر جانے کا سوچ بھی لیتی ہے: وہ پھیپھڑا کہاں سے لائے گی؟

۲- مچھلیوں کے پاس ہماری طرح گردوں کا نظام نہیں ہوتا لیکن انہیں یہ درکار ہوں اگر انہیں زمین پر زندگی بسر کرنا پڑے۔ جب انہوں نے زمین پر رہنے کا فیصلہ کیا تو شاید انہیں گردے کہیں راہ میں پڑے مل گئے ہوں!

۳- مچھلیوں کے پاؤں نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ ساحل پر پہنچ کر وہ چل پھر نہیں سکتیں۔ بھلا پہلی مچھلی جس نے زمین پر رہنے کا فیصلہ کیا ہوگا پاؤں کہاں سے لائی ہوگی؟ جیسا کہ یہ ناممکن ہے تو ظاہر ہے کہ ارتقاء پسند اس کے متعلق بھی غلط ہیں۔

یہ ان سینکڑوں اشیاء میں سے صرف تین ہیں جو مچھلی کو زمین پر اپنی حیات قائم رکھنے کے لئے درکار ہو سکتی ہیں۔

مزید یہ کہ اگر مچھلی ریپٹائلز میں تبدیل ہوئی ہوتی تو ہمیں مچھلی اور ریپٹائل کے درمیان

ارتقا پسندوں کا دعویٰ ہے کہ ایک قسم کے جاندار لاکھوں سالوں میں دوسرے قسم کے جانداروں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ بعض لوگ تو یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ناکافی غذا کی وجہ سے مچھلی نے یک دم یہ فیصلہ کر لیا کہ اسے خشکی پر ہجرت کر جانا ہے۔ کون جانتا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ مچھلی غذا کی تلاش میں نہیں بلکہ ٹیلی ویژن دیکھنے کے لئے خشکی پر آئی ہو۔ جیسا کہ ڈرائنگ میں دکھایا گیا ہے۔ کیا یہ سب بے عقلی کی باتیں نہیں ہیں؟

عارضی اشکال سے متعلق لاکھوں کی تعداد میں فوصل ملنے چاہئے تھے۔

اس کا مطلب ہے بہت سی مخلوقات کا آدھی ٹانگوں، آدھے پھیپھڑوں اور آدھے گردوں کے ساتھ پایا جانا لازمی تھا اور ہمیں آج ان کے فوصل ملنا ضروری تھے لیکن ایسے کوئی فوصل موجود نہیں ہیں۔

ارتقاء پسندوں کا دعویٰ انتہائی مضحکہ خیز اور احمقانہ ہے اس طرح کی چیزیں اکثر کارٹونوں کی زینت بن سکتی ہیں۔ ارتقاء پسندوں کے دعوے کے مطابق ہر جاندار چیز جیسے بلیوں، سانپوں، پودوں، مرغوں اور انسانوں کے اجداد سمندری مخلوق تھے۔ بچے بھی اس قسم کا دعویٰ کرنے والے شخص پر ہنسیں گے۔

# مچھلی کوئلا کنتھ (Coelacanth) کے متعلق

برسوں تک ارتقاء پسند کوئلا کنتھ مچھلی کو قریب قریب ساحل چھو لینے والی عارضی شکل کی مخلوق کے طور پر بیان کرتے رہے۔ ثبوت کے طور پر اپنی تمام کتابوں اور رسالوں میں انہوں نے اس مچھلی کو دکھایا۔ انہوں نے سوچا کہ کوئلا کنتھ ایک معدوم نسل کی مچھلی ہے جو اب ناپید ہے۔ اسی وجہ سے جب انہوں نے اس مچھلی کے فوصل کا مطالعہ کیا تو ایک تواتر سے جھوٹی کہانیاں گھڑنی شروع کر دیں۔

تب ایک مچھیرے نے کوئلا کنتھ کو اپنے جال میں پکڑا۔ بہت سے اور لوگوں نے بہت مرتبہ ان مچھلیوں کو پکڑا یہ ظاہر ہو گیا کہ کوئلا کنتھ ایک عام مچھلی ہے۔ مزید یہ کہ یہ ارتقاء پسندوں کے دعوے کے مطابق ساحل پر آنے کی تیاری نہیں کر رہی تھی۔ ارتقاء پسند کہتے رہے ہیں کہ یہ مچھلی تھوڑے پانی میں رہتی تھی پس یہ ساحل پر آنے کی تیاری کر رہی تھی۔ درحقیقت کوئلا کنتھ بے حد گہرے پانی میں رہتی تھی یہ کوئی عارضی شکل نہیں تھی جیسا کہ ارتقاء پسندوں کا دعویٰ ہے یہ ایک صحیح مچھلی تھی۔ ارتقاء پسندوں کے اور بہت سے غلط نظریات بھی ظاہر ہو چکے ہیں۔

ارتقاء پسندوں کا دعویٰ ہے کہ کوئلا کنتھ مچھلی کی وہ قسم ہے جو ساحل پر آنے کی تیاری کر رہی تھی۔ پھر ایک دن ایک زندہ کوئلا کنتھ پکڑی گئی اور ان کی غلطیاں ظاہر ہو گئیں۔

# احمقانہ پن

ایک اور غلط دعویٰ ارتقاء پسندوں کا پرندوں کے ظہور میں آنے سے متعلق ہے۔

ان کی لمبی کہانی یہ ہے کہ درختوں پر رہنے والے ریپٹائل ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں لگاتے پھرتے تھے۔ اور یونہی چھلانگیں لگاتے لگاتے ان کے پر نکل آئے۔ ایک اور طویل داستان بھی ہے کہ کچھ ریپٹائل مکھیاں پکڑنے کی کوشش میں دوڑتے ہوئے اپنے اگلے بازو لہرا کر رہے تھے اور یہ اگلے بازو پروں میں تبدیل ہو گئے۔

کیا یہ تصور مضحکہ خیز نہیں کہ ایک ڈائنوسار نے دوڑنے کے دوران پر نکال لئے۔ اس طرح کی چیزیں صرف کہانیوں یا کارٹونوں میں ہوتی ہیں۔

یہاں ایک اور اہم موضوع بھی سامنے آتا ہے۔ یہ ارتقاء پسند کہتے ہیں کہ اس بڑے ڈائنو سار نے مکھیاں پکڑنے کے دوران پر نکال لئے۔ تو پھر مکھی نے اڑان کیسے بھری؟ مکھی کے پر بھلا کہاں سے آئے۔ بجائے یہ بیان کرنے کے کہ ایک دیوہیکل ڈائنوسار نے اڑنا کیسے شروع کیا انہیں یہ بتانے دو کہ ایک چھوٹی سی مکھی نے اڑنا کہاں سے سیکھا!

ریپٹائل ارتقاء پسندوں کے دعوے کے مطابق اڑنے کی کوشش میں مصروف ہے۔

تم نے دیکھا ارتقاء پسند اسے کبھی بھی بیان نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے وضاحت کی مکھی زمین کی سب سے بہترین اڑنے والی مخلوق ہے۔ یہ ایک سیکنڈ میں ۵۰۰ سے ۱۰۰۰ مرتبہ پر لہرا سکتی ہے۔ جیسا کہ تم جانتے ہو یہ بڑی آسانی سے عیاری دکھا سکتی ہے۔ ارتقاء پسند چاہے جتنی بھی کہانیاں سناتے رہیں وہ اب تک یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ پرندے کے پر کہاں سے آتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ مکھی کے پروں کے متعلق سوچنا بھی نہیں چاہتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ اللہ نے پرندے اور مکھیاں پروں اور اڑنے کی صلاحیت کے ساتھ بنائے۔

## آرکوپیٹرکس (Archaeopteryx) جسے ارتقاء پسند عارضی شکل سمجھتے ہیں، درحقیقت مکمل پرندہ ہے!

آؤ تمہیں ریپٹائل اور پرندوں کے درمیان کچھ فرق بتائیں۔

۱- پرندوں کے پنکھ ہوتے ہیں لیکن ریپٹائل کے پنکھ نہیں ہوتے۔

۲- پرندوں کے پر ہوتے ہیں اور ریپٹائل کے چھلکے ہوتے ہیں۔

۳- پرندوں کی ہڈیوں کا ڈھانچہ مختلف ہوتا ہے اور ان کی ہڈیاں کھوکھلی ہوتی ہیں یہ انہیں کم وزن بناتا ہے اور وہ آسانی سے اڑ سکتے ہیں۔

یہ صرف چند فرق ہیں جو فوری طور پر دماغ میں آتے ہیں۔ اور بھی بہت سے فرق ان مخلوقات کے درمیان پائے جاتے ہیں۔

اگر ریپٹائل کی ایک نسل پرندوں میں تبدیل ہوتی ہے تو بہت سی ایسی مخلوقات کا پایا جانا لازمی تھا جو ریپٹائل اور پرندوں کے بین بین اور اس تبدیلی کی نمائندہ ہوتیں۔

پرندے ریپٹائلز کی ارتقائی شکل نہیں ہو سکتے۔ یہ دونوں بے حد مختلف مخلوقات ہیں۔ اس تصویر میں تم ان دونوں جاندار گروہوں کا فرق دیکھ سکتے ہو۔

فوصل ڈھونڈنے والوں کو ان میں سے کم از کم ایک فوصل تو ملتا۔ اور یہ کہ ایسی مخلوقات ضرور موجود ہوتیں جن کے آدھے پنکھ ہوتے، آدھے جسم پر دار اور آدھے جسم پر چھلکے ہوتے، آدھی چونچیں ہوتیں اور آدھے دہانے، اور ان کے فوصل ملتے، لیکن مختلف فوصلوں کے درمیان اس طرح کی کسی مخلوق کے فوصل نہیں ملتے۔ فوصل جو ملتے ہیں وہ یا تو مکمل پرندے یا مکمل ریپٹائل کے ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پرندے ریپٹائل سے ارتقاء پذیر نہیں ہوئے ہیں۔ اللہ نے پرندوں کو بھی اسی طرح پیدا کیا جس طرح اس نے باقی جاندار چیزوں کو پیدا کیا۔

بہر حال جیسا کہ ارتقاء پسند اسے قبول نہیں کرنا چاہتے وہ داستانیں گھڑ کر لوگوں کو قائل کرتے ہیں۔ کیسے؟

انہیں آرکو پیٹرکس نامی ایک پرندے کا فوصل ملا اور انہوں نے کہا یہ پرندے اور ڈائنو سار کے درمیان عارضی شکل ہے۔ انہوں نے کہا آرکو پیٹرکس تمام پرندوں کا جدِ امجد ہے۔ ان کے نزدیک یہ مخلوق پرندے سے مشابہہ ایک ڈائنو سار پر مشتمل ہے۔

لیکن یہ غلط ہے۔

آرکو پیٹرکس مکمل پرندہ ہے۔

کیونکہ:

۱- آرکو پیٹرکس کے پر بالکل موجودہ دور کے پرندوں جیسے ہیں۔

۲- آرکو پیٹرکس کے سینے کی ہڈی جس سے اس کے پنکھ جڑے ہیں بالکل دوسرے اڑنے والے پرندوں کی مانند ہے۔

۳- آرکو پیٹرکس پرندوں کا جدِ امجد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے بھی پرانے پرندوں کے فوصل مل چکے ہیں۔
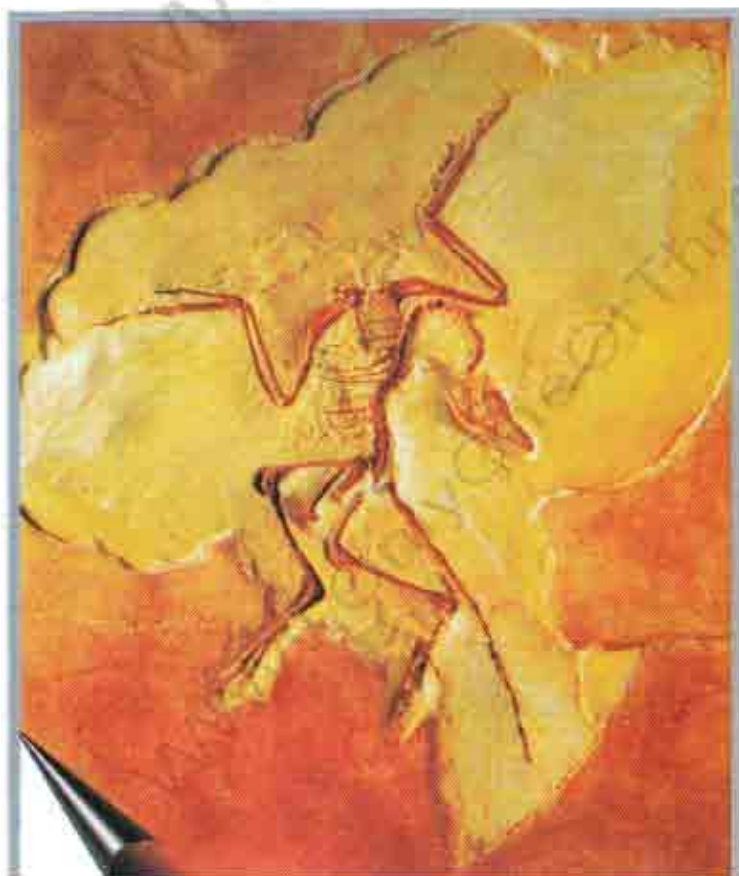
# کیا اس طرح کی کوئی بات کبھی ممکن ہوئی ہے؟

جیسا کہ تم جانتے ہو ڈولفن اور وھیل سمندری مخلوقات ہیں۔ یہ مخلوقات اگرچہ سمندر میں رہتی ہیں لیکن زمین پر رہنے والے میملز کی طرح بچے دیتی ہیں۔ دوسری جانب مچھلی انڈے دیتی ہے۔ پھر سمندری میمل کس طرح وجود میں آئے ہیں۔ ظاہر ہے انہیں بھی اللہ نے بنایا ہے۔ ارتقاء پسند اگرچہ اس پر یقین نہیں کرنا چاہتے۔ وہ یہ بھی بیان نہیں کر سکتے کہ وھیل اور ڈولفن کس طرح وجود میں آئے ہیں۔ چارلس ڈارون (جس نے نظریہ ارتقاء پیش کیا تھا) نے اپنی پہلی کتاب میں نظریہ ارتقاء کے بارے میں کچھ اس طرح بیان کیا تھا۔ ریچھ جو ہر وقت مچھلیوں کے شکار کے لئے پانی میں جاتے تھے وھیل میں تبدیل ہو گئے۔ ہاں تم نے بالکل ٹھیک پڑھا! اس کا دعویٰ تھا کہ بالوں سے بھرے ہوئے ریچھ جنہیں ہم اچھی طرح جانتے ہیں سمندر میں بہت زیادہ تیرتے رہنے کے باعث کئی میٹر لمبی وھیل میں تبدیل ہو گئے۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ ایک ریچھ کے لئے بہت زیادہ تیراکی کی وجہ سے وھیل میں تبدیل ہو جانا ممکن ہے؟ پھر وہ انسان جو بہت زیادہ تیراکی کرتے ہیں۔ کیا انہیں بھی سمندری میمل میں تبدیل نہیں ہو جانا چاہیے؟ کیا یہ مضحکہ خیز نہیں ہے؟

یہ خیالی واقعات قصے کہانیوں ہی میں ممکن ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر کہانیوں میں جل پریاں ہوتی ہیں۔ جل پریاں آدھی مچھلیاں اور آدھی انسان ہوتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ارتقاء پسند اب تک جل پریوں کی کہانیوں کے زیر اثر رہے ہوں۔

ڈارون کے بیان کے مطابق ریچھ پانی میں تیرتے تیرتے وھیل بن گئے۔ حتیٰ کہ کچھ ارتقاء پسند بھی اس لمبی چوڑی داستان پر یقین نہیں کرتے۔

کیا تم یقین کرتے ہو کہ ایک تیرتا ہوا ریچھ وہیل میں تبدیل ہو سکتا ہے؟
خیر ارتقاء پسند کرتے ہیں!
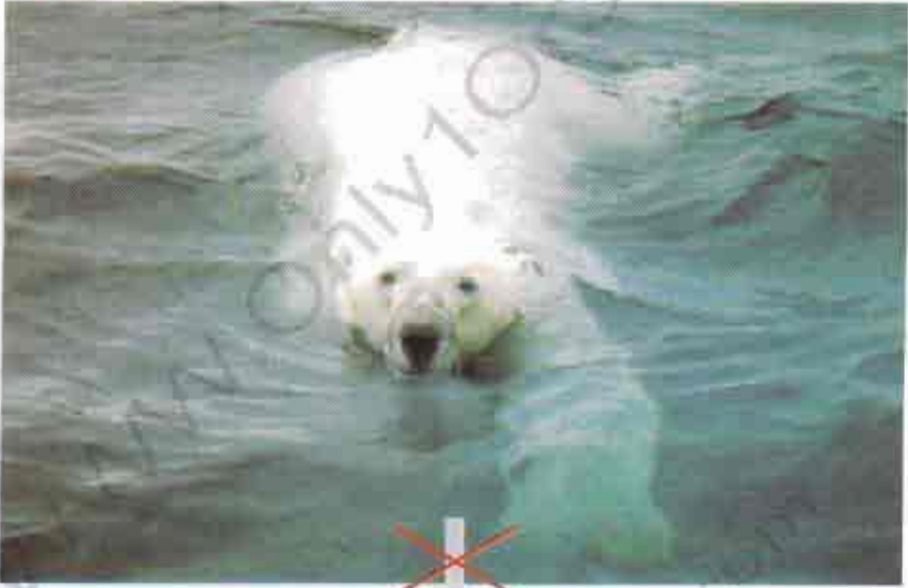
# انسانی ارتقاء کی کہانی

نظریہ ارتقاء کے دعوے صرف یہیں تک محدود نہیں بلکہ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ انسان بن مانسوں کی ارتقائی شکل ہیں اور اس طرح بن مانس انسانوں کے اجداد ہیں۔

نہ تو ڈارون اور نہ ہی دوسرے ارتقاء پسندوں کے پاس اپنے اس دعوے کی حمایت میں کوئی ثبوت ہے۔ یہ بیان مکمل طور پر خیالی ہے۔ درحقیقت نظریہ ارتقاء جیسے نظریات کو منظر عام پر لانے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ یہ بات بھول جائیں کہ انہیں اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اگر لوگ یہ یقین کرنے لگیں کہ وہ اچانک نمودار ہوئے ہیں اور ان کے آباؤ اجداد جانور ہیں تو وہ اللہ کے سامنے اپنی کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کریں گے۔ اس کی بجائے وہ اپنی ساری مذہبی اقدار بھلا کر خود غرض ہو جائیں گے۔ خود غرض لوگ اپنے اردگرد کے لوگوں اور اپنے خاندان سے محبت جیسے اچھے محسوسات گنوا بیٹھتے ہیں۔ تم نے دیکھا ارتقاء پسند لوگوں کو ایسے وفاداری کے محسوسات سے دور ہٹا دیتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ نظریہ ارتقاء کو بڑے دعوے کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ان کا مقصد لوگوں کو خدا سے غافل کرنا ہے۔ اس کے لئے وہ ہر ایک سے کہتے ہیں۔ اللہ نے تمہیں پیدا نہیں کیا۔ تم بن مانس سے وجود میں آئے ہو لہٰذا تم ایک جدید ترین جانور ہو۔

دراصل اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ دوسری مخلوقات کے مقابلے میں انسان واحد مخلوق ہے جو گفتگو کر سکتا ہے، خوش ہو سکتا ہے، فیصلے کر سکتا ہے، ذہین ہے، تہذیب کی تشکیل کرتا ہے اور جدید بنیادوں پر رابطے استوار کر سکتا ہے۔ اللہ ہی ہے جس نے انسانوں کو یہ تمام خصوصیات دی ہیں۔

اس ضمن میں بن مانس اور نہ ہی کوئی دوسری مخلوق ہماری طرح نہ تو بول سکتی ہے، نہ سوچ سکتی ہے اور نہ ہی فیصلے کر سکتی ہے۔

انسان ہمیشہ انسان اور بلیاں ہمیشہ بلیاں رہی ہیں۔

## ارتقاء پسند کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے کہ انسان بن مانسوں سے وجود میں آئے ہیں

سائنس کے میدان میں ثبوت بے حد اہم ہے اگر تم کوئی دعویٰ کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ دوسرے اس پر یقین کر لیں تو تمہیں کوئی ثبوت دکھانا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر تم کسی سے اپنا تعارف کرواؤ اور کہو میرا نام عمر ہے۔ اور پھر وہ شخص کہے میں نہیں مانتا کہ تمہارا نام عمر ہے۔ پھر اس صورت میں تمہیں کوئی نہ کوئی ثبوت پیش کرنا ہوگا کہ تمہارا نام واقعی عمر ہے۔ تمہارا ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ بہت سی چیزوں کے علاوہ تمہارا شناختی کارڈ، پیدائشی سرٹیفکیٹ، پاسپورٹ، سکول رپورٹ کارڈ ثبوت بن سکتے ہیں۔ اگر تم ان میں سے ایک بھی اس شخص کو دکھا دو تو وہ اعتراض نہیں کرے گا۔

آؤ اب سائنس سے متعلقہ ایک مثال دیتے ہیں۔ پچھلی صدی میں ایک سائنسدان نیوٹن گزرا ہے جس کا دعویٰ تھا کہ زمین پر کششِ ثقل جیسی کوئی چیز ہوتی ہے۔ جب لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اسے اس کا کیسے پتہ چلا تو اس نے کہا جب درخت سے سیب ٹوٹا تو سیدھا زمین پر گر گیا)۔ یہ ہوا میں نہیں رہ سکتا۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی طاقت ہے جو سیب کو زمین کی طرف کھینچتی ہے اور اس نے اسے کششِ ثقل کا نام دیا۔

اس لئے ارتقاء پسندوں کو اپنے نظریات کو قابلِ یقین بنانے کے لئے ثبوت دکھانا پڑے گا۔ مثال کے طور پر نظریہ ارتقاء یہ کہتا ہے انسانوں کے آباؤ اجداد بن مانس تھے۔ تب پھر ہمیں ان سے یہ پوچھنا چاہیے تم نے یہ خیال کہاں سے لیا اور تمہارے پاس اس چیز کا کیا ثبوت ہے؟

اگر انسانوں کے اجداد بندر ہیں تو ہمیں ثبوت کے طور پر انسان نما بندروں کے فوصل ملنے

چاہیے تھے۔ جبکہ اس طرح کا کوئی فوصل آج تک دریافت نہیں ہوا ہے۔ ہمیں صرف بندروں اور انسانوں کے فوصل ملے ہیں۔ اس کا مطلب ہے ارتقاء پسندوں کے پاس مطلق ثبوت نہیں کہ بن مانس انسانوں کے آباؤ اجداد ہیں۔

بہرحال ارتقاء پسند انسانوں کو اپنے نظریات کے ذریعے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیسے؟

## ارتقاء پسندوں کے حربے

ا۔ ارتقاء پسند بن مانسوں کی معدوم شدہ نسلوں کے فوصل یوں پیش کرتے ہیں جیسے کہ ان کا تعلق بندر نما انسانی مخلوقات سے ہو۔
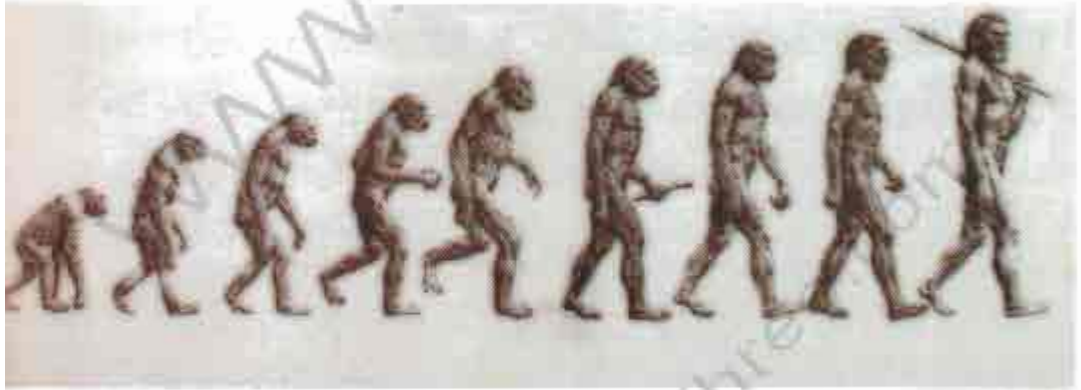
تم نے شاید ایسی تصویریں دیکھی ہوں جیسی کہ اوپر دکھائی گئی ہے۔ اس طرح کی تصویریں بنا کر ارتقاء پسند لوگوں کو الجھن میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس طرح کی مخلوقات کا کبھی کوئی وجود نہیں تھا۔ ماضی میں آج کی طرح مکمل بن مانس اور مکمل انسان پائے جاتے تھے اوپر کی تصویر میں دکھائی گئی بندر نما انسانی مخلوقات میں سے کوئی بھی کبھی موجود نہیں تھی۔ یہ بے حد بعید از قیاس ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بتایا اس کے ثبوت میں ایک بھی فوصل نہیں ملا ہے۔

بہرحال ارتقاء پسند مسلسل نئے حربے اس ضمن میں استعمال کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک فوصل کی جانچ کے دوران جو کہ بن مانس کی معدوم شدہ نسل تھا انہوں

نے دعوی کیا کہ یہ بندروں اور انسانوں کے درمیان کی مخلوق ہے۔ چونکہ لوگ اس موضوع سے اکثر ناواقف ہیں اس لئے ارتقاء پسندوں کی کہی باتوں کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔

۲۔ ارتقاء پسند مختلف نسل کے انسانوں کے فوسل یہ کہہ کر دکھاتے ہیں جیسے کہ وہ آدھے انسان اور آدھے بن مانس ہیں۔

جیسا کہ تم جانتے ہو زمین پر لوگ بہت سے تہذیبی گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ لوگ مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں جیسے افریقی، چینی، ریڈ انڈین، ترک، یورپین، عرب وغیرہ۔ ظاہر ہے مختلف تہذیبوں کے لوگوں کی خصوصیات اکثر مختلف ہوتی ہیں۔ چینیوں کی آنکھیں چندھیائی ہوئی سی ہوتی ہیں، کچھ افریقیوں کے گہرے رنگ اور گھنگھریالے بال ہوتے ہیں۔ جب تم ایک ریڈ انڈین یا ایک اسکیمو کو دیکھتے ہو تمہیں فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ ان کا تعلق مختلف تہذیب سے ہے۔ تم دیکھتے ہو ماضی میں بہت سے دیگر تہذیبی گروہوں کے لوگ تھے اور ان میں سے کچھ کی خصوصیات شاید آج کے ان انسانوں سے مختلف تھیں۔

مثال کے طور پر نینڈرتھل (Neanderthal) قوم سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی کھوپڑیاں آج کل کے انسانوں کے مقابلے میں بڑی تھیں۔ ان کے پٹھے ہم سے کہیں زیادہ طاقت ور تھے۔ؕ

ارتقاء پسند بہرحال اس فرق کو جو اس قوم اور ہمارے درمیان پایا جاتا ہے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

جس طرح اس تصویر میں بیان شدہ تبدیلی کا واقع ہونا ناممکن اور احمقانہ ہے اسی طرح ارتقاء پسندوں کے دعوے بھی ناممکن اور احمقانہ ہیں۔

دینے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب وہ نینڈرتھل کھوپڑی کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: "یہ انسانوں کے اجداد کی کھوپڑی ہے جو ہزاروں سال قبل پائے جاتے تھے۔" کبھی کبھار کھوپڑیوں کے ایسے فوصل بھی ملتے ہیں جن کا سائز آج کل کے مقابلے میں چھوٹا ہوتا ہے۔ کھوپڑی کے فوصل کو دیکھ کر ارتقاء پسند کہتے ہیں: "اس کھوپڑی کا مالک بن مانس سے انسان بننے کے آخری مراحل میں تھا۔"

دراصل آج بھی مختلف تہذیبی گروہوں سے تعلق رکھنے والے ایسے لوگ موجود ہیں جن کی

اوپر تم مختلف تہذیبی گروہوں کو دیکھ سکتے ہو جو آج زمین پر پائے جاتے ہیں۔ بائیں طرف کھوپڑیوں کے نمونے بھی مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو بہت سی مختلف اقوام آج پائی جاتی ہیں اور ان میں سے بہت سی اقوام کی کھوپڑیاں ایک دوسرے سے بے حد مختلف ہیں۔ ارتقاء پسند ان انسانی کھوپڑیوں کو لیتے ہیں جو ایک دوسری سے مختلف ہیں اور انہیں ایسے پیش کرتے ہیں جیسے کہ ان کا تعلق مختلف نسلوں سے ہو۔ سچ تو یہ ہے کھوپڑیوں کی خصوصیات کا فرق مختلف نسلوں کی بجائے مختلف تہذیبوں کو ظاہر کرتا ہے:

(۱،۲،۳) شمالی تہذیب
(۴،۵،۶) افریقی امریکن
(۷،۸،۹) آسٹریلین

کھوپڑیاں معمول سے چھوٹی ہیں۔ مثال کے طور پر ایباریجائنز (آسٹریلوی باشندوں) کی کھوپڑیاں یکسر چھوٹی ہوتی ہیں لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ آدھے بندر اور آدھے انسان ہیں۔ وہ تمہارے اور دیگر لوگوں کی طرح باقاعدہ انسان ہیں۔

نتیجتاً ہم دیکھ سکتے ہیں بن مانسوں سے انسانوں کے ارتقاء کے متعلق ارتقاء پسندوں کے پیش کئے گئے فوصل یا تو بن مانسوں کی پرانی نسلوں سے ہیں یا پھر انسانوں کی معدوم اقوام سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے بندر نما انسانی مخلوق کا کبھی کوئی وجود نہیں رہا ہے۔

## ارتقاء پسندوں کا سب سے بڑا فریب

### ۱- پلٹ ڈاؤن (Piltdown) آدمی کا فریب:

۱۹۱۲ء میں ارتقاء پسند سائنسدانوں کو ایک جبڑے کی ہڈی اور کھوپڑی کے ٹکڑے کے فوصل ملے۔ جبڑے کی ہڈی بن مانس کی لگتی تھی اور کھوپڑی کا ٹکڑا انسانی لگتا تھا۔ ارتقاء پسندوں کے مطابق یہ مخلوق آدھی انسان اور آدھی بن مانس تھی۔ یہ ٹکڑے ۵۰۰۰۰۰ برس قبل کے بتائے گئے اور یہ کہا گیا کہ یہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ انسان بن مانسوں کی ارتقائی شکل ہے۔
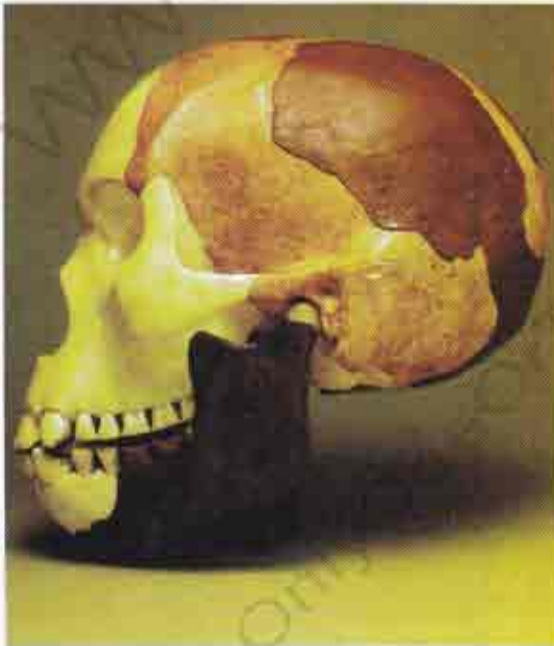
مصنوعی پلٹ ڈاؤن آدمی جو انسانوں نے بن مانس کے جبڑے کو انسانی کھوپڑی سے منسلک کر کے گھڑ لیا ہے۔

یہ ہڈیاں چالیس سال تک نظریہ ارتقاء کے ثبوت میں دنیا کے مختلف عجائب گھروں میں رکھی

گئیں۔ بہر حال ۱۹۴۹ میں ان ہڈیوں پر کچھ تجربات کے حیرت انگیز نتائج سامنے آئے: جبڑے کی ہڈی ۵۰۰۰۰۰ سال پرانی نہیں تھی بلکہ صرف دو یا تین برس پرانی تھی۔ کھوپڑی کی ہڈیاں عام آدمی کا فوصل تھیں اور صرف دو ہزار سال پرانی تھیں۔

بعد میں حقیقت کو محسوس کر لیا گیا: کسی نے بن مانس کے جبڑے کی ہڈی کو پرانی انسانی کھوپڑی پر رکھ دیا اور اس پر کچھ کیمیائی مادے لگا دیے تا کہ یہ پرانا لگے۔

جب ارتقاء پسندوں کو بندر نما انسان کا فوصل نہ ملا تو انہوں نے اسے مصنوعی طور پر تیار کرنے کی کوشش کی۔ یہ واقعہ سائنسی تاریخ میں سائنسدانوں کے سب سے بڑے فریب کے طور پر رقم کیا گیا۔

## ۲-نبراسکا آدمی کا فریب:

۱۹۲۲ میں ایک داڑھ کا فوصل ملا۔ ارتقاء پسندوں نے دعویٰ کیا کہ اس فوصل میں انسانوں اور بن مانسوں دونوں کی خصوصیات ہیں۔ بعد میں اس اکیلی داڑھ کو بنیاد بنا کر انسان اور بن مانس کے درمیان ایک مخلوق کی تصویر بنائی۔ کچھ ارتقاء پسند اسے اس سے بھی آگے لے گئے اور انہوں نے اس تصوراتی مخلوق کا ایک خاندان تیار کر لیا۔

یہ تمام تصویریں صرف ایک داڑھ کو بنیاد بنا کر تیار کی گئیں۔ اب ایک لمحے کو غور کرو۔ اگر تمہارا ایک دانت گر جائے اور کوئی شخص جو تمہیں کبھی نہ ملا ہو اسے اٹھا لے اور دعویٰ کرے اور کہے کہ وہ اس دانت کو دیکھ کر تمہاری ہو بہو تصویر تیار کر سکتا ہے کیا تم اس

کا یقین کرو گے؟ کیا یہ ایک فریب نہیں لگتا اگر وہ یہ کہے کہ میں نہ صرف تمہاری بلکہ تمہارے خاندان کی تصویر بھی بنا سکتا ہوں؟ ظاہر ہے یہ سراسر حماقت لگتی ہے کہ کسی مخلوق کی اس کے خاندان سمیت تصویر بنانے کی کوشش کی جائے اور وہ بھی صرف ایک دانت کو دیکھ کر۔ ۱۹۲۷ میں ایک حیرت ناک دریافت ہوئی۔ دانت سے متعلقہ ڈھانچے کے دوسرے تمام ٹکڑے مل گئے۔ دانت کا تعلق نہ تو انسانوں سے نکلا نہ ہی بن مانسوں سے۔

اس کا تعلق ایک سوّر سے تھا......

یہ واقعہ ارتقاء پسندوں کے لئے واقعی تباہ کن تھا۔

سنڈے ٹائمز میں ۵ اپریل ۱۹۶۴ء کو شائع ہونے والی تصویر

مارس ولسن کی بنائی ہوئی تصویر

ستمبر ۱۹۶۰ء کے نیشنل جیوگرافک میں این پارکر کی بنائی ہوئی تصویر

کیا تم یہ تین تصویریں دیکھ رہے ہو؟ ایک ہی کھوپڑی کو دیکھتے ہوئے ہر ارتقاء پسند نے مختلف تصویریں تیار کیں۔ وہ غیر یقینی کا شکار ہیں کہ انہیں کس طور سے اس مخلوق کی تصویر تیار کرنی چاہیے۔ یہ اس لئے ہے کہ ان مخلوقات کا کبھی کوئی وجود نہیں رہا ہے۔ یہ سب بالغ پروفیسروں کا گھڑا ہوا ہے۔ تمہارے دوست کیا کہیں اگر تمہیں سیر کے دوران ایک ہڈی ملے اور تم اس طرح کی کوئی تصویر بنا کر کہو دیکھو یہ ان مخلوقات کی تصویر ہے جو بہت عرصہ پہلے موجود تھے؟

تم شاید کبھی بھی ایسا نہیں کرو گے کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ کوئی ذہانت آمیز کام نہیں۔ بہر کیف کسی وجہ سے ارتقاء پسند سائنسدان یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ایسی چیز کس قدر احمقانہ ہو سکتی ہے۔

# ثبوت کہ لوگ بن مانسوں سے وجود میں نہیں آئے

۱۔سائنسدانوں نے انسانوں کے بہت پرانے فوصل دریافت کیے ہیں۔انسانوں کے یہ فوصل موازنہ کرنے پر آج کے انسانوں سے چنداں مختلف نہیں۔مزید یہ کہ ان کا تعلق اسی دور سے ہے جس میں کہ ارتقاء پسندوں کے دعوے کے مطابق انسان ابھی تشکیل نہیں پائے تھے۔ان کا دعویٰ ہے کہ اس دور میں صرف بن مانس پائے جاتے تھے۔

مثال کے طور پر سپین میں ایک غار کی کھدائی کے دوران ایک بچے کے فوصل دریافت ہوئے جو ۸۰۰۰۰۰ سال پہلے موجود تھا۔اس بچے کے چہرے کے نقوش آج کل کے بچوں جیسے ہی ہیں۔بہر حال اگر ارتقاء پسندوں کے دعوے کو درست تسلیم کر لینے کی صورت میں ۸۰۰۰۰۰ سال پہلے کوئی انسان نہیں ہونا چاہیے تھا۔۸۰۰۰۰۰ سال پہلے آدھے انسان آدھے بندر قسم کی مخلوقات ہونی چاہیے تھیں۔سپین میں ملنے والے فوصل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے انسان اپنی تخلیق کی ابتداء سے انسان ہی رہے ہیں۔کبھی بھی بندر نما انسانی مخلوقات کا کوئی وجود نہیں رہا۔

۲۔سائنسدانوں نے پتھر کا ایک گھر دریافت کیا۔جب انہوں نے اس کی عمر کا حساب لگایا تو انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ ۱.۵ ملین سال پرانا ہے۔اس کا مطلب ہے انسان ۱.۵ ملین سال پہلے کسی حد تک تہذیب یافتہ تھے۔وہ آج کے لوگوں کی طرح باقاعدہ انسان تھے۔اس کے ساتھ ہی ارتقاء پسندوں کے یہ دعوے بالکل احمقانہ لگنے لگتے ہیں کہ انسان بندروں کی ارتقائی شکل ہیں

ترکانا لڑکے کا ڈھانچہ یہ ثابت کرتا ہے ۱۶ لاکھ برس پہلے کے بچے بھی اسی طرح تھے۔

اور پہلے پہل انسان اپنی اولین شکل (آدھے انسان آدھے بندر) میں تھے جو کہ پھر آج کے انسان کی شکل میں ارتقاء پا گئے۔

۳- اب تک دریافت شدہ پرانے ترین فوسلوں میں سے ایک ترکانا لڑکے (Turkana boy) کا ہے جو کہ ۱۶ لاکھ سال پرانا ہے۔ جب فوصل کا قریبی جائزہ لیا گیا تو یہ پتہ چلا کہ یہ اس لڑکے کی عمر صرف ۱۲ سال تھی اور اگر یہ بلوغت کو پہنچتا تو اس کی لمبائی 1.80 میٹر (5'90") تک ہوتی۔ صرف یہی فوصل آج کے انسانی ڈھانچے سے عین قریب ہونے کی وجہ سے اس اعتقاد کو غلط قرار دے دیتا ہے کہ انسان بن مانسوں سے وجود میں آئے ہیں۔

۴- تمام جانداروں میں سے صرف انسان ہی ایسی مخلوق ہیں جو سیدھے دو ٹانگوں پر چل سکتے ہیں۔ گھوڑا، کتا اور بن مانس چار ٹانگوں پر مشتمل جانور ہیں اور سانپ، مگرمچھ اور چھپکلیوں جیسے جانور ریپٹائل ہیں۔

نظریہ ارتقاء کے دعوے کے مطابق لاکھوں سال پہلے چار ٹانگوں والے بن مانسوں نے جھکی ہوئی پوزیشن میں چلنا شروع کر دیا۔ بن مانسوں نے جھک کر چلنا جاری رکھا یہاں تک کہ وہ سیدھا ہو کر چلنا شروع ہو گئے۔ نتیجے کے طور پر انسانی ہیئت نمودار ہوئی۔ نظریہ ارتقاء کے ان دعووں کی بنیاد کوئی سائنسی شہادت نہیں ہے بلکہ اس کی بجائے ان کی بنیاد مکمل تصورات پر ہے۔ موجودہ سالوں میں سائنسدانوں کی

بن مانسوں کے لئے جو کہ چاروں ٹانگوں پر جھک کر چلتے ہیں یہ ناممکن ہے کہ وہ انسانوں میں تبدیل ہو جائیں جو دو ٹانگوں پر سیدھے چلتے ہیں۔

تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ ارتقاء پسندوں کا یہ دعویٰ غیر سائنسی اور احمقانہ ہے۔

تحقیقات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مخلوقات دو ٹانگوں یا چار ٹانگوں پر چلتے ہوئے اپنی طاقت کا بہترین استعمال کرتی ہیں۔ مخلوقات اپنی طاقت کا دگنا استعمال کرتی ہیں جب وہ جھک کر یا اپنے فطری انداز سے ہٹ کر چلتی ہیں۔

تب پھر بن مانس ہزاروں سال تک جھک کر چلنے کے دوران اپنی طاقت کا دگنا استعمال کیوں کرتے رہے ہوں گے؟ یہ اسی طرح ہے کہ ایک بالغ آدمی اپنی پیٹھ پر ڈھیر سا بوجھ اٹھائے ہاتھوں پیروں کے بل چلنا شروع کر دے۔ کیا تم جو دو پیروں پر آرام دہ طریقے سے چل سکتے ہو اچانک ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر ہتھیلیوں کے بل چلنے کی کوشش کرو گے؟ ظاہر ہے کوئی مخلوق بھی چلنے کے آرام دہ انداز سے غیر آرام دہ حالت میں آنا پسند نہیں کرے گی۔ اللہ نے ہر مخلوق کو آرام دہ ترین حالت میں حرکت کرنے کی صلاحیت سے نوازا ہے۔

نتیجے کے طور پر نظریہ ارتقاء اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہے کہ چار ٹانگوں پر چلتے چلتے ایک دن بن مانسوں سے آخر کیوں دو ٹانگوں پر چلنے کا فیصلہ کیا ہوگا؟

# سب سے بڑا فرق

انسانوں اور بن مانسوں میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ انسان شعور رکھتے ہیں جبکہ بن مانس شعور نہیں رکھتے۔ انسان ذہن رکھتے ہیں وہ سوچتے ہیں، بولتے ہیں اور عقلمندانہ جملوں میں دوسروں کے سامنے اپنی سوچ کا اظہار کر سکتے ہیں، فیصلے کرتے ہیں، محسوس کرتے ہیں، اپنے ذوق کی نشوونما کرتے ہیں، فن کے متعلق جانتے ہیں، تصویر بنا سکتے ہیں، گیت لکھ سکتے ہیں، گا سکتے ہیں اور محبت اور اقدار سے بھرپور ہوتے ہیں۔ یہ ساری خصوصیات انسانی شعور کے لئے مخصوص ہوتی ہیں۔ جانوروں میں شعور نہیں ہوتا۔ انسانوں کے علاوہ کسی میں یہ منفرد خصوصیت نہیں ہوتی۔

ارتقاء پسند اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ انسان کے مشابہہ ہونے کے لئے ایک بن مانس کو مختلف جسمانی تبدیلیوں سے گزرنا پڑتا ہے اور دوسری ایسی خصوصیات اختیار کرنا پڑتی ہیں جو انسانوں کے لئے مخصوص ہیں کیا فطرت میں کوئی ایسی قوت ہے جو بن مانسوں کو غور وفکر اور موسیقی کی صلاحیتیں دے سکتی ہو؟ یقیناً ایسا نہیں ہے!

اللہ نے صرف انسانوں کو ان صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس نے جانوروں کو ان میں سے کسی ایک صلاحیت سے نہیں نوازا۔ انسان جس دن سے پیدا ہوا ہے انسان ہی ہے۔ مچھلیاں ہمیشہ مچھلیاں اور پرندے ہمیشہ پرندے رہیں گے۔ کوئی ایک مخلوق دوسری کی جدِ امجد نہیں ہے۔ اللہ تمام انسانوں اور دوسری جاندار چیزوں کا خالق ہے۔

کیا یہ کہنا نامناسب نہیں کہ انسان کی اصل آکٹوپس ہے صرف اس لئے کہ انسانی آنکھ آکٹوپس کی آنکھ سے مشابہہ ہے؟
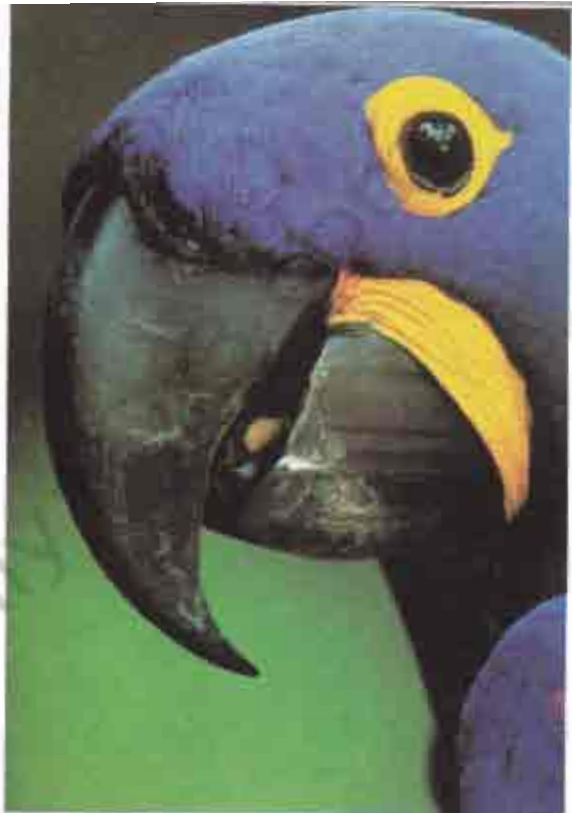
ارتقاء پسندوں کے اس دعوے کی وجہ کہ انسان اصلاً بن مانس ہیں ان دونوں کے درمیان جسمانی مشابہت ہے۔ حالانکہ زمین پر موجود دوسری مخلوقات انسانوں سے زیادہ نزدیکی مماثلت رکھتی ہیں۔ مثال کے طور پر اس تصویر میں نظر آنے والا طوطا بول سکتا ہے۔ آکٹو پس کی آنکھیں عین انسانی آنکھوں جیسی ہوتی ہیں۔ بلیاں اور کتے ایک انسان کی طرح سنتے اور احکامات کی تکمیل کرتے ہیں۔ تم کیا سوچو اگر کوئی کہے کہ انسان اصلاً کتے، طوطے یا آکٹو پس ہیں؟ تم نے دیکھا اس تصور میں اور ارتقاء پسندوں کی گھڑی ہوئی کہانیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

## عنوانات جوڈارون اور ارتقاء پسندوں کے لئے سخت تنقیدی ہیں

جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب کے آغاز میں بیان کیا تھا۔ آنکھ بے حد پیچیدہ اور کامل طرز پر بنایا گیا عضو ہے۔ یہ چالیس اجزاء سے ملکر بنی ہے اور اگر ان میں سے ایک بھی جزو کام کرنا چھوڑ دے تو آنکھ بھی کام کرنا بند کر دے گی۔

ان میں سے ہر جزو کی تفصیل اسقدر پیچیدہ ہے کہ ان کے لئے خود بخود وجود میں آنا ناممکن ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی مثال کے طور پر لینز نہ رہے آنکھ کام کرنا بند کر دے گی۔ مزید یہ کہ اگر صرف لینز اور پتلی اپنی اپنی جگہ ہی تبدیل کر لیں آنکھ کام کرنا بند کر دے گی۔

حتیٰ کہ آنسو جو ایک سادہ محلول نظر آتا ہے آنکھ کے اعمال کی انجام دہی کے لئے ضروری ہے۔ ایک آنکھ جو آنسو پیدا نہیں کرتی جلد ہی خشک ہو کر اندھی ہو جاتی ہے۔ مزید یہ کہ آنسو میں شامل جراثیم کش اجزاء آنکھ کو جراثیم سے محفوظ رکھتے ہیں۔

آنکھ کی شکل کا موازنہ کار سے کیا جا سکتا ہے۔ ایک گاڑی بہت سے پرزوں سے مل کر بنتی ہے۔ اگر اس کے تمام پرزے اکٹھے ہوں لیکن گیس پیڈل نہ ہو تو تم اسے چلانے کے قابل نہ ہو سکو گے۔ اگر اس کی موٹر کی ایک تار کٹ جائے گاڑی حرکت نہیں کرے گی۔ آنکھ بھی کسی کار ہی کی طرح کام کرنا بند کر دے گی اگر اس کا ایک جزو بھی نکل جائے۔

ارتقاء پسند بہر حال یہ بیان کرنے سے قاصر ہیں کہ آنکھوں کی تشکیل کیسے ہوئی کیونکہ کسی ایک آنکھ کے لئے بھی ممکن نہیں کہ وہ خود بخود وجود میں آ جائے۔ ذرا سوچو کیا یہ ممکنات میں سے ہے کہ ۴۰ مختلف اجزاء ایک ہی وقت میں ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں؟ اس کے پوشیدہ معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ پتلی، لینز، ایٹینا، پپوٹے، آئی ڈکٹس اور دیگر اشیا اتفاقاً بن گئیں اور خود بخود جڑ گئیں۔ یہ یقیناً ناممکن ہے۔

ڈارون آنکھ کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ آنکھ کے لئے اتفاقاً وجود میں آنا ناممکن ہے کیونکہ یہ بالکل کامل اور بے حد پیچیدہ ہے۔ یہ واضح حقیقت ہے کہ آنکھ کا بنانے والا اللہ ہے۔
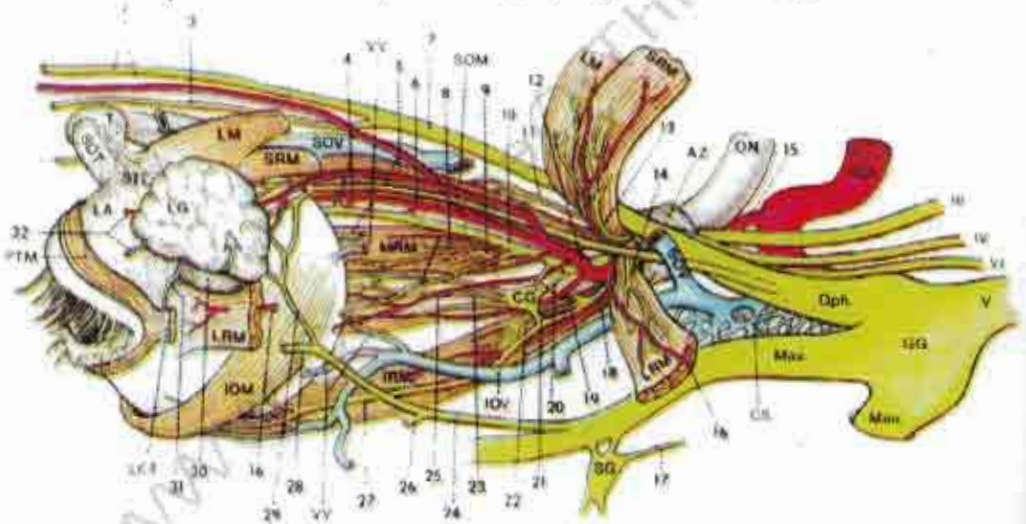
اگر تم جنگل میں گھومنے کے دوران ایک کار کو دیکھو اور پوچھو کہ یہ کہاں سے آئی اور کوئی تمہیں بتائے کہ جنگل میں کچھ مادوں نے اکٹھے ہو کر اس کار کو بنایا ہے کیا تم اس کا یقین کر لو گے؟

اگر تم جنگل میں گھومنے کے دوران ایک کار کو دیکھو اور پوچھو کہ یہ کہاں سے آئی اور کوئی تمہیں بتائے جنگل میں کچھ مادوں نے اکٹھے ہو کر اس کار کو بنایا ہے کیا تم اس کا یقین کر لو گے؟ کیا وہ انسان اپنے درست حواس میں ہوگا جو یہ کہے کہ موٹر، ایکسیلیٹر پیڈل، سٹیرنگ وہیل، بریکس، ہینڈ بریک، ونڈ شیلڈ، چیسس اور کار کے دوسرے پرزے اتفاقاً وجود میں آگئے اور انہوں نے اکٹھے ہو کر کار کی شکل اختیار کر لی؟

آنکھ کی شکل کار کی نسبت زیادہ پیچیدہ اور بے داغ ہے۔ پھر ہمیں ان کی عقل پر بھی حیران ہونا چاہئے جو یہ دعویٰ کریں کہ آنکھ اتفاقاً بن گئی۔

ڈارون بھی یہ سمجھنے کے قابل نہ تھا کہ آنکھ کیسے بنی اور اس نے کہا: ''مجھے وہ وقت اچھی طرح یاد ہے جب ایک آنکھ کے تصور نے مجھے سرد کر دیا تھا'' (نارمن میکلبتھ: ڈارون کی ایک اور کوشش، عقل سے گزارش، بوسٹن: گیمبٹ، ۱۹۷۱ صفحہ ۱۰۱)۔ نظریے کا خالق بھی آنکھ کے پیچیدہ نظام کے بیان میں لاچار ہو گیا۔

## ڈارون مور کے پروں کے بارے میں بھی سوچنا نہیں چاہتا تھا...

کیا تم نے کبھی نزدیک سے کسی پرندے کے پروں کا جائزہ لیا ہے؟ پرندوں کے پروں کی کچھ خصوصیات جو اسے اڑنے میں مدد دیتی ہیں بے حد پیچیدہ ہیں۔ ہر نسل کے پرندوں کے پر مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں اور ہم انہیں دیکھ کر بے حد خوش ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر مور کے پر اس قدر خوبصورت ہوتے ہیں کہ لوگ انہیں مصوری اور نقاشی کا موضوع بناتے ہیں۔

بہرحال کسی کو پرندوں کے پر اچھے نہیں بھی لگ سکتے اور وہ ہے چارلس ڈارون۔ اس کی وجہ

یہ ہے کہ ڈارون کے نزدیک مور کے پر اتفاقاً وجود میں آئے ہیں۔ بہر کیف یہ پر اتنے خوبصورت ہیں کہ ان کو دیکھ کر انسان پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور انسان یہ یقین کر ہی نہیں سکتا کہ یہ کسی اتفاق کا نتیجہ ہے۔ ڈارون نے ان پروں کے متعلق کہا تھا: ''اب اشکال میں چھوٹی چھوٹی تفصیلات مجھے بہت بے چین کر دیتی ہیں۔ مور کی پشت کا ایک پر جب بھی میں اس پر نظر جماتا ہوں مجھے بیزار کر دیتا ہے۔''

# ہمارے جسم کا معلوماتی بنک:

## ڈی۔این۔اے

اللہ نے مور کے پر بنائے ہیں جن سے ہم بے حد لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ڈارون نے بہر حال یہ کہا کہ ''یہ اسے بیزار کر دیتے ہیں۔'' اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ سچ پر یقین نہیں کرنا چاہتا۔

ہم اس سے پہلے کہہ چکے ہیں کہ انسانی جسم میں کھربوں خلیے ہیں۔ ان میں سے ہر خلیے میں اس انسان کی خصوصیات کے متعلق معلومات موجود ہوتی ہیں۔ جو ہم نے اب تک بیان نہیں کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ معلومات خلیے میں کس جگہ جمع ہوتی ہیں۔

ہر خلیے کے نیوکلیس میں ایسے حصے ہوتے ہیں جن میں ڈی۔این۔اے موجود ہوتا ہے۔ ڈی۔این۔اے میں انسانی جسم سے متعلق تمام معلومات ہوتی ہیں۔ تمہارے بالوں اور آنکھوں کے رنگ، تمہارے اندرونی اعضاء، تمہاری شکل، تمہارے قد وغیرہ کے متعلق تمام معلومات ڈی۔این۔اے میں جمع ہوتی ہیں۔ یہ معلومات لکھی ہیں چار مختلف کیمیائی مادوں کے ذریعے جنہیں ATGC کہا جاتا ہے۔ ہر حرف مالیکیول کے نام کا پہلا حرف ہے۔ یہ چار کیمیائی مادے مختلف ترتیب کے ذریعے مختلف معلومات کی تشکیل کرتے ہیں۔ تم اس کا موازنہ حروف تہجی سے کر سکتے ہو۔ مثال کے طور پر انگریزی حروفِ تہجی میں ۲۶ حروف ہیں اور ان حرفوں کے مختلف مجموعے مختلف الفاظ کی تشکیل کرتے ہیں۔

ڈی۔این۔اے میں بہت سی معلومات جمع ہوتی ہیں۔ یہ محسوس کرنے کے لئے کہ یہ معلومات کس قدر وسیع ہیں ہم مندرجہ ذیل مثال پیش کر سکتے ہیں۔ اگر ہمیں ڈی۔این۔اے میں موجود معلومات کو لکھنا پڑے تو ہمیں ۵۰۰ صفحات کی ۹۰۰ جلدیں درکار ہوں گی۔ اس پوری لائبریری کی لمبائی فٹ بال کے میدان جتنی ہوگی۔ بہر کیف یہ ساری معلامات ایک ننھے سے مالیکیول میں جڑ دی گئی ہیں جسے ہم اپنی آنکھ سے دیکھ بھی نہیں سکتے۔

پس یہ ساری معلومات یہاں کس نے رکھیں؟ کس نے انہیں اس میں جڑ دیا۔ ارتقاء پسندوں کے پاس اپنا رٹا ہوا جملہ دہرانے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ سب اتفاق کا نتیجہ ہے۔

یہ ڈی۔این۔اے کا نمونہ ہے۔
ڈی۔این۔اے کے اندر اتنی معلومات ہوتی ہیں کہ ۹۰۰ جلدوں کا ایک انسائیکلوپیڈیا تیار کیا جا سکے۔

بہر حال یہ بے حد دور از امکان ہے کہ اتنا مشکل کام اتفاقاً ہو جائے۔

اوپر ہم نے ایک لائبریری کی مثال دی ہے ہم نے کہا کہ ڈی۔این۔اے اتنی معلومات جمع رکھ سکتا ہے جو اگر ایک لائبریری میں تحریر شدہ حالت میں رکھی جائیں تو اس کی لمبائی ایک فٹ بال کے میدان جتنی ہوگی۔ایسی لائبریری کو دیکھ کر کیا تم یہ یقین کرو گے کہ یہ ساری معلومات اتفاقاً لکھی گئی ہیں؟اور اس کی بجائے کیا تم یہ نہ سوچو گے کہ اسے عالم اور پروفیسر لوگوں نے لکھا ہے اور کسی اشاعتی ادارے نے شائع کیا ہے؟ظاہر ہے بعد والا جواب منطقی طور پر درست ہے۔
کیا تم جانتے ہو یہ کیسا لگتا ہے جب ارتقاء پسند دعویٰ کرتے ہیں کہ ڈی۔این۔اے اتفاقاً پیدا ہو گیا؟ یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی کہے کہ
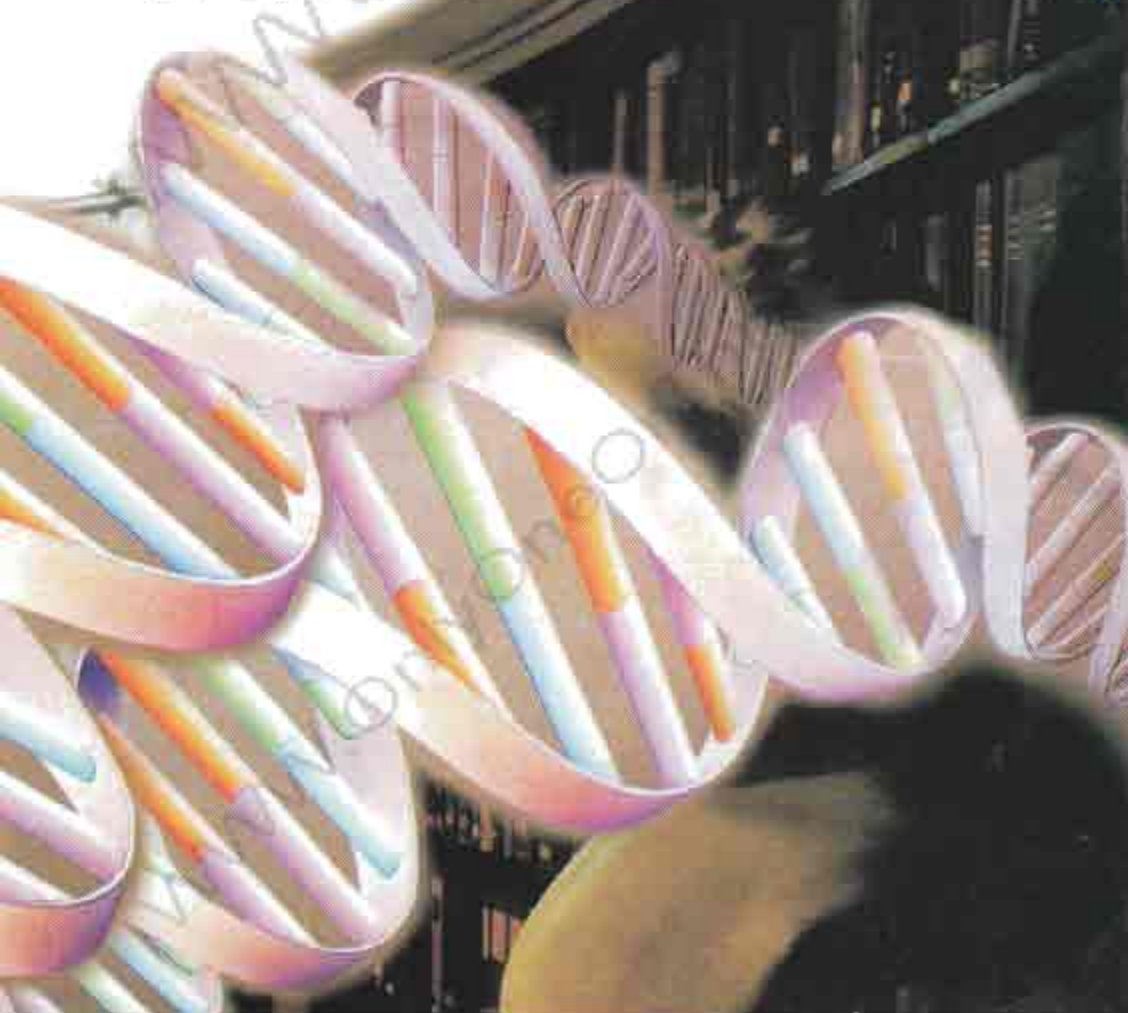
اشاعتی ادارے میں دھماکہ ہوا اور ان ساری کتابوں کی جلدیں خود بخود بن گئیں۔

ہو سکتا ہے جب تم سکول میں اپنے ڈیسک پر بیٹھے ہو تمہیں ایک کاغذ نظر آئے جس پر دنیا کے نقشے کا ایک نمونہ بنا ہوا ہو اور جب تم پوچھو کہ یہ صفحہ کس نے لکھا ہے۔ تمہارا دوست جواب دے کہ تھوڑی دیر پہلے اس کاغذ پر ایک سیاہی کی بوتل پڑی ہوئی تھی مجھ سے وہ اچانک اس کاغذ پر گر گئی اور یہ تحریر خود بخود نمودار ہوگئی۔ کیا تم یہ نہ سوچو گے کہ اس کا ذہنی توازن بگڑ چکا ہے؟

ارتقاء پسند ایک ایسی شے کے دعویدار ہیں جو اس سے بھی زیادہ غیر امکانی ہے۔

جیسا کہ ایک صفحہ بھی لکھنے والے کے بغیر نہیں لکھا جا سکتا معلومات کا وسیع ذخیرہ جیسے ڈی۔ این۔ اے خود بخود پیدا نہیں ہو سکتا۔

اللہ جو سب سے زیادہ عقل اور قدرت رکھتا ہے، جس کے پاس کچھ بھی کرنے کی طاقت ہے، جو زمینوں، آسمانوں اور ان کے درمیان ہر شے کا خالق ہے اسی نے ڈی۔ این۔ اے کو بھی پیدا کیا ہے۔

# اللہ سب کا خالق ہے

ہمارا خدا ہی ہے جس نے معلومات کے کروڑوں ٹکڑوں کو ایسی چھوٹی سی جگہ میں رکھ دیا ہے کہ ہماری آنکھ اسے بالکل نہیں دیکھ سکتی۔

اللہ ہی ہے جس نے ہمیں پیدا کیا، ہماری آنکھیں، ہمارے بال اور ہمارے پاؤں بنائے۔

وہ ہمارے خاندان، والدین، بھائی بہنوں، دوستوں اور اساتذہ کا بھی خالق ہے۔

اللہ ہی نے کھانے کی ایسی چیزیں پیدا کیں جو ہمیں اپنے لئے بے حد مرغوب ہیں جیسے چاکلیٹ، کیک اور مٹھائیں، نافیاں اور پھل سبزیاں جو ہمیں طاقتور اور صحت مند رکھتی ہیں۔

اللہ نے ہمیں چکھنے اور سونگھنے کی حس بھی عطا کی۔ اگر اس نے ہمیں یہ خصوصیات نہ بخشی ہوتیں تو ہم ان چیزوں کے ذائقے سے آشنا نہ ہو پاتے جنہیں ہم کھاتے ہیں۔ ہمیں کیک اور آلو کھاتے ہوئے کوئی فرق محسوس نہ ہوتا۔ اللہ نے نہ صرف لذیذ اور خوشبودار کھانے پیدا کئے بلکہ ہمیں ان سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت بھی بخشی ہے۔

تم کچھ چیزوں کو پسند کرتے ہو اور ان کا تصور تمہیں لطف دیتا ہے۔ یہ کوئی میٹھا پکوان بھی ہو سکتا ہے جسے کھا کر تم لطف اندوز ہوتے ہو، ایک کھیل جسے کھیل کر تمہیں مزا آئے یا تمہارے محبوب لوگوں کے ساتھ سیر کو جانا۔ تمہیں یہ کبھی بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ اللہ ہی ہے جو تمہارے لئے ان چیزوں سے لطف اٹھانا ممکن بناتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تم پر بے حد رحم کرتا ہے وہ ہمیشہ تمہیں خوشگوار اور خوبصورت چیزیں دیتا ہے۔

شروعات کے طور پر جب تم موجود نہ تھے۔ ذرا سوچو پیدا ہونے سے پہلے تم کہیں نہیں تھے۔ تم کچھ بھی نہیں تھے۔ اللہ نے تمہیں پیدا کیا۔ اس نے تمہیں کچھ بھی نہیں سے پیدا کیا۔

پھر ہمیں اپنی زندگی کے ہر لمحے کے لئے اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ ہر بات پر جسے ہم پسند

کریں اور لطف اٹھائیں ہمیں اللہ کو یاد کرنا چاہئے اور کہنا چاہئے کہ اے اللہ میں تیری تمام نعمتوں کے لئے ہمیشہ شکرگزار رہتا ہوں۔ اگر ہمیں ایسے حالات کا سامنا ہو جو ہمیں پسند نہیں ہمیں پھر بھی اللہ سے دعا کرنی چاہئے کیونکہ وہی ہے جو چیزوں کو درست کر سکتا ہے۔

اللہ ہمیشہ ہماری دعائیں سنتا ہے اور دھیان دیتا ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ جانتا ہے کہ ہم کیا سوچتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ کتاب پڑھتے ہوئے تم کچھ چیزوں کے متعلق سوچ رہے ہو گے لیکن اگر تم اسے بلند آواز میں بیان نہ کرو تو گھر میں کسی کو بھی پتہ نہیں چل سکتا کہ تم کیا سوچ رہے ہو۔ جبکہ اللہ تمہاری ہر سوچ سے باخبر رہتا ہے اور تمہیں ہر وقت دیکھتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ جب تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اکیلے ہو اللہ تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہے اور تمہارے ہر فعل سے باخبر ہوتا ہے۔

---

# نتیجہ

اس کتاب کا مقصد تمہیں یہ بتانا تھا کہ اللہ تمام کائنات اور تمام جاندار اشیاء کا خالق ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ نے تمام کائنات کو تخلیق کیا۔ کچھ لوگ بہر حال اللہ کی موجودگی پر یقین نہیں رکھتے اسی لئے یہ لوگ نظریہ ارتقاء جیسی لمبی لمبی داستانیں گھڑتے ہیں۔

اس کتاب میں جہاں ہم نے اللہ کی موجودگی کے بارے میں گفتگو کی وہیں نظریہ ارتقاء کی غلط بیانیوں پر بھی بحث کی۔ ہم نے بہت تھوڑے عنوانات کے تحت ہی نظریہ ارتقاء کی غلط بیانیوں کو ثابت کر دیا۔ آج تک ایک بھی ثبوت نظریہ ارتقاء کی حمایت میں پیش نہیں کیا گیا۔

اب تم جان گئے ہو وہ جو نظریہ ارتقاء کا دفاع کرتے ہیں دھوکہ باز ہیں۔

اس کے بعد سے ٹھہرو اور غور کرو ہر شے کے بارے میں جس کے تم گواہ ہو۔ مثال کے طور پر اگر تم ایک مچھر کو دیکھو تو سوچو کہ یہ کیسے بنا ہوگا۔ یا جب تم کوئی پھل کھا رہے ہو اس حقیقت پر غور کرو کہ اللہ نے اسے ذائقہ اور خوشبو دی ہے۔ جب تم آسمان کو اور اس میں موجود چاند ستاروں کو دیکھو تو کبھی بھی نہ بھولو کہ اللہ ہی ہے جس نے انہیں یہاں رکھا ہے۔ اللہ کے متعلق غور کرنا جاری رکھو اور اپنے دوستوں کو اللہ کی یاد دلاتے رہو۔ تب اللہ تم سے حقیقی محبت کا آغاز کر دے گا اور تم اس کی خوبصورت نعمتوں کے درمیان زندگی گزارتے رہو گے۔

---

قَالُوا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾

(فرشتوں نے) عرض کیا آپ تو پاک ہیں ہم کو ہی علم نہیں، مگر وہی جو کچھ ہم کو آپ نے علم دیا، بے شک آپ بڑے علم والے ہیں، حکمت والے ہیں (کہ جس قدر جس کے لئے مصلحت جانا اسی قدر فہم و علم عطا فرمایا)۔

(سورۃ البقرہ:۳۲)

بچو!
کیا کبھی تمہیں ان سوچوں نے حیران کیا ہے۔
''کہ کائنات کیسے وجود میں آ گئی؟''
''چاند اور سورج کس طرح تخلیق ہو گئے؟''
''تم اس دُنیا میں آنے سے پہلے کہاں تھے؟''
''سمندر، درخت اور جاندار کہاں سے آئے ہیں؟''
''ہمارے بے حد پسندیدہ اور مرغوب، رنگین، رس بھرے، خوشبودار پھل آم، کیلا، لیچی، سٹرابری، چیری اور آلو بخارا کیسے تاریک مٹی سے نکل آتے ہیں؟ کون ہے وہ جو انہیں رنگ، رس اور خوشبو عطا کرتا ہے؟''
ایک ننھی سی شہد کی مکھی نے اتنا لذیذ شہد بنانا کہاں سے سیکھا ہے؟ وہ کیسے اتنے ہموار کونوں والا چھتہ تخلیق کر لیتی ہے۔
''پہلا انسان کون تھا؟''
تمہاری والدہ نے تمہیں جنم دیا لیکن پہلے انسان کا تو کوئی ماں یا باپ نہیں ہو سکتا۔ تو پھر کیسے پہلا انسان اچانک نمودار ہو گیا؟
اس کتاب میں تم ان سب سوالوں کے جواب موجود پاؤ گے۔
ادارہ اسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز
E-mail: idara@brain.net.pk